تاجدارِ ختمِ نبوت زندہ باد

ماہنامہ

الحقیقہ

مجلہ پاکستان

اگست 2021ء

ایمان کی بنیاد ناموسِ مصطفیٰ ﷺ



نبیٔ رحمت ﷺ



نکاح کی سنت

اور جدید سائنسی تحقیق

(اداریہ)

حضور مفکرِ اسلام رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

امام حسین علیہ السلام کی خصوصی عظمت

اعلیٰ دماغ اور غنی مزاج

رہنما کی ضرورت

نیا اسلامی سال

یزید کی بدبختی و بدکرداری

نشانِ مردِ مومن با تو گویم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

یونس-۶۲

ترجمہ: سُن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم

حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ کا عقیدہ

(حضور مفکرِ اسلام اعلیٰحضرت عظیم البرکت پروفیسر محمد حسین آسی قدس سرہٗ العزیز کے یومِ وصال ۱۸ اگست ۲۰۰۶ء کی مناسبت سے)

جہاں تک حضور مفکرِ اسلام علیہ الرحمہ کے عقیدے کا تعلق ہے، آپ تمام اولیاء اللہ کی طرح اہلِ سنت وجماعت یعنی سنی العقیدہ تھے اور ولی کامل ہونے کی حیثیت سے اس عقیدے میں آپ کو ایسی پختگی حاصل تھی جسے 'اطمینانِ قلب' کہا جاتا ہے۔ پھر اولیاءِ کرام علیہم الرحمہ کی اکثریت فقہ حنفیہ پر عمل پیرا رہی ہے اور حضور سیدنا امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقلید کے سبب 'حنفی' کہلاتی رہی ہے۔ حضور مفکرِ اسلام بھی حنفی ہیں اور سختی سے اسی کے پابند رہے۔

دورِ حاضر میں اسلام دشمنوں کی سازشوں کے نتیجے میں انگریزی حکومت کے زیرِ سایہ بہت سے نئے نئے فرقے پیدا ہوئے۔ جب اسلامی معاشروں میں ان کی شنوائی نہ ہوئی تو انہوں نے اہلِ سنت وجماعت اور حنفی کہلانے کی کوشش شروع کردی (جیسے اہلِ دیوبند اور سپاہ صحابہ نے)۔ لہٰذا ضروری تھا کہ اصل اہلِ سنت کی کوئی پہچان ہوتی۔ بالکل اسی طرح جس طرح گھی پہلے صرف گھی تھا، لیکن جب ڈالڈا اور دوسری بناسپتی قسمیں ایجاد ہوگئیں تو اصلی گھی کو پہچان کے لیے دیسی گھی کہا جانے لگا۔ یونہی جعلی اور بناسپتی سنیوں کے ظہور کے بعد اصل اہلِ سنت کی پہچان لفظ 'بریلوی' سے ہونے لگی ورنہ ہمیشہ سے اکابرِ اسلام کا یہی مذہب رہا ہے۔ اعلیٰحضرت امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ نے غیرتِ توحید اور حمیتِ عشق کی بنا پر خداوندِ کریم جل جلالہ اور اس کے حبیبِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے مقابلے میں کسی کی پروا نہیں کی اور تَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا (یعنی سب سے ٹوٹ کر اسی کے ہو رہو) کی عملی تفسیر بن کر خدا اور رسول جل مجدہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے دشمنوں سے لڑتے رہے تو قدرت نے ان کو یہ عروج بخشا کہ ان کا عقیدہ گویا حقانیت کا معیار قرار پا گیا۔ چنانچہ حضور مفکرِ اسلام قدس سرہ عقیدتاً سنی حنفی اور طریقتاً نقشبندی قادری چشتی سہروردی ہونے کے باوجود بریلوی کہلانے میں کوئی پس وپیش نہیں فرماتے تھے۔ آپ اعلیٰحضرت سے دلی محبت رکھتے تھے۔ ان کو 'اعلیٰحضرت'، 'مجددِ ملت' یا 'مجددِ دین وملت' فرمایا کرتے تھے۔ آپ کے فتاویٰ اور جملہ تصانیف کو قدر کی نگاہ سے

دیکھتے تھے۔ اہلِ دل کے مطابق ہمارے مرشد کریم، سید الانبیاء حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے دربارِ دُربار کے حضوری تھے۔ اس لیے آپ کا اعلیٰحضرت سے محبت کرنا بھی اس حقیقت کی دلیل ہے کہ اعلیٰحضرت کو شہنشاہِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے دربار میں بڑی عزت حاصل تھی۔

یہ اعلیٰحضرت کے ساتھ محبت و تعلق کی بنا پر ہی تھا کہ ایک مرتبہ (۸۴-۱۹۸۳ء میں) آپ نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخصیت تشریف فرما ہے۔ اس پرنور کی بارش ہو رہی ہے اور اس کے پیکر سے چاروں طرف فوارے کی طرح نور کا چشمہ جاری ہے۔ آپ کو بتایا گیا کہ یہ اعلیٰحضرت فاضلِ بریلوی ہیں اور انہیں یہ مقامِ نور اس لیے حاصل ہوا ہے کہ ان کا عقیدہ ہے:

~ تیری نسلِ پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا　　　تو ہے عینِ نور تیرا سب گھرانا نور کا

نیز یہ بات بھی بتائی گئی کہ اعلیٰحضرت کو آپ کے شیخ حضور نقشِ لاثانی (قدس سرہ) سے بھی محبت ہے اور (آپ کی) کتاب 'انوارِ لاثانی' بھی آپ کو پسند ہے۔

پاکستان میں اولیاءِ کرام کے بڑے بڑے مشہور آستانے ہیں اور غالباً سب نے اپنے اپنے بزرگوں کی سوانح عمریاں شائع کی ہیں مگر صفحات پر صفحات پڑھتے جائیں، شاید ہی کہیں اعلیٰحضرت کا ذکر ملے اور ذکر کہیں ملے بھی تو شاید ہی کہیں آپ کو وہ اندازِ ذکر ملے جو حضور مفکرِ اسلام نے اپنایا ہے۔

حضور قبلۂ عالم علیہ الرحمہ بدعقیدہ لوگوں کے اجتماعات میں شامل ہونے کو سخت ناپسند فرماتے تھے۔ ہمارے بعض علماء وہابی، دیوبندی یا شیعہ سٹیجوں پر جا کر اظہارِ خیال کرتے تو آپ برا مناتے اور ان کو سمجھاتے۔ اگر کوئی اپنی صفائی میں کہتا کہ میں نے کوئی بات اپنے عقیدے کے خلاف نہیں کہی اور نہ اپنے مذہب کو چھپایا، پھر بھی آپ مطمئن نہ ہوتے اور سختی سے منع فرما دیتے۔ ہاں ایسے مشترکہ جلسے جو پبلک کی طرف سے منعقد کئے گئے ہوں اور ان میں سب اہلِ مذاہب کو خطاب کی دعوت دی گئی ہو (آج کل ان کا رواج نہ ہونے کے برابر ہے) اپنی جماعت (اہلِ سنت) کی نمائندگی کو آپ جائز بلکہ ضروری سمجھتے تھے۔ ایسا ایک واقعہ سیالکوٹ میں آپ کے ساتھ پیش آیا تھا۔ ہوا یہ کہ ایک شخص نے گھنٹہ گھر سیالکوٹ کے احاطہ میں مختلف مکاتبِ فکر کے علماء کو ایک ہی جلسے میں اظہارِ خیال کی دعوت دی۔ وہ شخص دراصل دیوبندی تھا اور مولانا محمد علی کاندھلوی دیوبندی کا عقیدتمند اور تعلقدار تھا۔ وہ پڑھے لکھے حضرات کے سامنے مختلف مکاتبِ فکر کے علماء سے خطاب کرا کے بزعمِ خویش کاندھلوی صاحب کی علمی برتری کا مظاہرہ کرانا چاہتا تھا۔ ہر فرقے کے علماء کو دعوت دینے کے بعد آخر میں سنی بن کر علامہ صوفی محمد علی نقشبندی صاحب (حضور مفکرِ اسلام قدس سرہٗ کے شیخ شبلی زمانہ حضور نقشِ لاثانی پیر سید علی حسین شاہ صاحب قدس سرہ کے ایک خلیفۂ مجاز) کے پاس آیا اور جلسے میں شمولیت پر زور دیتا رہا۔ آپ وہاں موجود تھے۔ اس کی باتوں سے محسوس ہوتا تھا کہ اگرچہ بظاہر شمولیت پر بڑا زور دے رہا ہے مگر بہ باطن خود بھی چاہتا ہے کہ علماءِ اہلِ سنت نہ جائیں تاکہ رات جلسے میں یہ ظاہر کرے کہ میں نے مختلف طریقوں سے اہلِ سنت کو مائل کیا مگر وہ علمی لوگوں کے سامنے خطاب کرنے کی جرأت نہیں رکھتے۔ بہرحال صوفی صاحب نے انکار کر دیا اور وہ بظاہر مایوس اور بباطن کامیاب ہو کر واپس چلا گیا۔ اب آپ نے صوفی صاحب سے فرمایا کہ جلسے میں ضرور جانا چاہئے تھا ورنہ یہ شخص

بڑے موثر طریقے سے تمام مکاتبِ فکر کے عوام الناس کی موجودگی میں اہلِ سنت کو رسوا کرے گا۔صوفی صاحب کچھ نرم ہوئے۔ یہ باتیں کمشنر روڈ پر تسلیم ہسپتال کے باہر ہورہی تھیں۔ جبکہ اسی ہسپتال میں سید فضل حسین شاہ صاحب علیہ الرحمہ (جو بس کے ایک حادثے کی زد میں آ کر اسی ہسپتال میں زیرِ علاج تھے) کی عیادت کے لیے حضور نقش لاثانی علیہ الرحمہ تشریف لائے ہوئے تھے۔صوفی صاحب کو اندر طلب کیا گیا تو انہوں نے باہر کی روداد بھی خدمتِ اقدس میں پیش کردی۔حضور نے جلسے میں شامل ہونے کا فیصلہ دیا اور باہر آ کر آپ کے سامنے اس بات کی یہ کہہ کر توثیق کی کہ "آسی صاحب بھی ساتھ جائیں گے"۔چنانچہ آپ، صوفی صاحب اور قاری عبدالرحمٰن صاحب (سابق خطیبِ سیالکوٹ) جلسہ گاہ پہنچے تو آپ کے خدشات کے عین مطابق ایک مقرر اہلِ سنت ہی کے خلاف بول رہا تھا۔آپ کا پہنچنا ہی اس کی گفتگو کی تردید تھا۔چنانچہ وہ کھسیانا سا ہو کر بیٹھ گیا۔تمام عوام وخواص پر آپ کی ہیبت اس طرح سے چھا گئی کہ زبانیں ہی گنگ ہوگئیں۔پھر اُن کے مفسرِ قرآن مولوی کاندھلوی صاحب اسٹیج پر آئے مگر ایسے ناکام ہوئے کہ باید وشاید۔تقریر شروع کی تو چار منٹ کا عربی خطبہ اور بمشکل تین منٹ کا اردو خطاب۔وہ اصل خیالات کو چھپانے کے لیے حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی تعریف کرنے لگے تو کسی نے نعرۂ رسالت لگادیا۔مولانا پوری طرح بوکھلا گئے۔اب نعرے کے خلاف اول فول کہنا شروع کردیا۔چند جملوں کے بعد ہی بیٹھ گئے بلکہ بھاگ گئے۔سب سے آخر میں حضور کا خطاب تھا۔کاندھلوی صاحب ایک موقع پر ایسے جملے کہہ چکے تھے جن سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے یومِ میلاد، یومِ بدر اور یومِ فتحِ مکہ کی توہین ٹپکتی تھی۔چنانچہ آج آپ کو مولانا کے ایمان شکن رویے پر تبصرہ کرنے کا موقع بھی مل گیا۔قابلِ غور وحیرت بات تھی کہ مشہور شاعر پروفیسر اصغر سودائی، ملک محمد سلیمان مرحوم سابق ایم این اے نے بھی اپنی اپنی باری جوتے اتار کر ادب وتعظیم کا مظاہرہ کیا مگر کاندھلوی جیسے مفسرِ قرآن اور ان کے ہمنوا باریش علماء نے یہ اہتمام بھی نہ کیا، جس کا بہت سے لوگوں نے نوٹس لیا۔بہر حال خدا اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی رحمت اور پیرومرشد کی دعا وتوجہ سے آپ سٹیج پر چھا گئے اور اہلِ سنت کے بارے میں عوام وخواص نے گہرے تاثرات لیے۔چنانچہ چند روز تک لوگوں کی طرف سے مبارکباد کا سلسلہ چلتا رہا۔بہر حال یہاں معاملے کی نوعیت اور تھی ورنہ حضور اس بات کے خلاف تھے کہ سنی علماء بدمذہب لوگوں کی سٹیج پر جائیں اور یوں اپنے لوگ بھی مختلف قسم کی غلط فہمیوں کا شکار ہوجائیں۔

مومن کی سب سے بڑی متاعِ حیات ایمان ہے اور ایمان حُبِّ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا نام ہے تو سب سے زیادہ اہتمام بھی اسی دولت یعنی ایمان وحُبِّ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے بچانے کا ہونا چاہئے اور اس اہتمام کا اہم تقاضا یہ ہے کہ گستاخوں سے دور رہا جائے اور اپنے عزیزوں کو بھی دور رکھا جائے۔

مولائے روم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

دُور شو از اختلاطِ یارِ بَد — یارِ بَد بَدتر بُود از مارِ بَد

مارِ بَد تنہا همی برجاں زَنَد — یارِ بَد بَردین وبَر ایماں زَنَد

ترجمہ: برے یار سے راہ ورسم مت رکھ کیونکہ برا یار برے سانپ سے بھی برا ہوتا ہے۔وجہ یہ ہے کہ برا سانپ صرف جان پر حملہ کرتا ہے مگر برا یار دین وایمان پر یلغار کرتا ہے۔

اور حضرت امامِ ربانی مجدّد الفِ ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

''بدعتی کی صحبت کی خرابی، کافر کی صحبت کی خرابی اور نقصان سے زیادہ ہے''۔ (دفتر اول، حصہ دوم۔ مکتوب نمبر ۵۴)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ کی بھی سنئے، فرماتے ہیں:

''بزرگے فرمود صد ہزار مہ گرگِ گرسنہ در رمہ گوسفنداں آں نکُند کہ یک شیطان کند و صد ہزار شیطان آں نکند کہ یک ہم نشینِ بد کُند (و صد ہزار ہمنشینِ بد آں نکند کہ یک نفس در تنِ آدمی زاد کُند).....(انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ)

ترجمہ: ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ ایک لاکھ بھوکے بھیڑیوں کا ریوڑ بکریوں کے ریوڑ میں ایسا نقصان نہیں کرتا جیسا کہ ایک شیطان کرتا ہے اور ایک لاکھ شیطان وہ نقصان نہیں کر سکتے جو ایک برا ہمنشین کرتا ہے۔ (اور لاکھ برے ہم نشین وہ نقصان نہیں کرتے جو آدمی کے بدن میں ایک نفس کا نقصان ہوتا ہے)

المختصر! بدعقیدہ لوگوں کی صحبت انسان کے لیے زہر قاتل ہے لہٰذا خصوصاً عوام کو اس سے ضرور بچنا اور بچانا چاہئے اور بدعقیدہ لوگوں کی سٹیج پر علما کا جانا بھی عوام کے لیے غلط لوگوں سے میل جول اور ان کی باتیں سننے کا دروازہ کھولتا ہے، لہٰذا یہ بھی درست نہیں۔ حضور بزرگانِ سلف کی طرح اس فتنے کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا چاہتے تھے لہٰذا سختی سے روکتے تھے۔

علاوہ ازیں آپ بدعقیدہ لوگوں سے پڑھنے کو بھی برا سمجھتے تھے۔ کسی طالبعلم کے بارے میں معلوم ہوتا کہ گمراہ لوگوں سے یا ان کے مدرسے میں زیرِ تعلیم ہے تو اس کی اور اس کے باپ کی توبہ کرواتے، کبھی کانوں کو ہاتھ لگواتے، فرماتے اس سے نہ پڑھنا بہتر ہے۔ کیونکہ ان کی صحبت بد ایمان کے لیے سُمّ قاتل ہے۔ خود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرف توجہ دلائی ہے۔ چنانچہ حضرت ابن سیرین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

اِنَّ ھٰذَاالْعِلْمَ دِیْنٌ فَانْظُرُوْا عَمَّنْ تَاْ خُذُوْنَ دِیْنَکُمْ.....(مسلم)

ترجمہ: بے شک یہ علم (بھی) دین ہے سو دیکھو کہ تم اپنا دین کس سے لیتے ہو۔

(کیونکہ جس سے تم علم حاصل کرو گے لامحالہ اس کا عقیدہ اپناؤ گے)

بظاہر یہ معاملہ نہایت عجیب نظر آتا ہے کہ اولیاءِ کرام جو اپنی زندگی ذکر و فکر میں گذارتے ہیں، جن کے دل انتہائی نرم ہوتے ہیں ،جن کے صبح و مسا سوز و گداز اور آہ و بکا کے لیے وقف ہوتے ہیں، جو کبر و غرور سے کوسوں دور اور عاجزی و انکساری کا پیکر ہوتے ہیں، جن کا وجودِ مسعود عالَم کے لیے پیامِ رحمت ہوتا ہے، آخر گستاخوں اور بدعقیدہ لوگوں پر اتنے سخت کیوں ہوتے ہیں؟ دراصل اس کی بنیادی وجہ بھی عجز و انکسار، غیرتِ ایمانی اور خلقِ خدا پر رحم کا جذبہ ہی ہے۔ وہ خدا اور رسول کے دشمنوں کو برداشت کرنا مہر و مروت نہیں بلکہ بے غیرتی خیال کرتے ہیں۔ اور ایمان کے بارے میں بے غیرت یا بے حس ہونا عرفان ہی سے خالی نہیں کرتا بلکہ خود ایمان کو بھی تباہ کر دیتا ہے۔ کسی شخص کو کھلم کھلا کفریہ عقائد کا پرچار کرنے دینا، اس پر رحم ہے نہ اَوروں پر۔ یہاں رحم یا عجز و انکسار گناہ ہے کہ مقابلے میں عام آدمی نہیں، اللہ اور اس

کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے ٹکر لینے والا ہے۔اور خدا اور رسول (جل وعلا فصلی اللہ علیہ والہ وسلم) کے دشمنوں پر رحم کرنا خدا اور رسول سے دشمنی مول لینا ہے،لہٰذا ان ناپاک لوگوں سے خود بھی بچ کر رہنا ضروری ہے،لوگوں کو بچانا ضروری ہے ورنہ اپنا حشر بھی انہی دشمنانِ خدا اور رسول کے ساتھ ہونے کا احتمال ہے۔ کیونکہ حدیثِ پاک میں ہے:

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ.....(بخاری ومسلم)

ترجمہ: آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ محبت کرتا رہا۔

بلکہ قرآن کا بھی اعلان ہے:

یَوْمَ نَدْعُوْا کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِھِمْ.....(سورۃ بنی اسرائیل۔آیت ۷۱)

ترجمہ: جس دن ہر جماعت کو ہم اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔

المختصر!حضور بدعقیدہ لوگوں کی صحبت،قربت اور تلمذ سے بچنے کی بہت تلقین فرماتے تھے، یہاں تک کہ ان کی کتابوں کے مطالعے سے بھی روکتے تھے۔اس کی تعلیم آپ کو اپنے پیر خانے سے ملی تھی۔ چنانچہ ۱۹۷۶ء میں حضور نقشِ لاثانی قدس سرہ اپنے تیسرے اور آخری سفرِ حج وزیارت پر گئے تو اپنے اس مریدِ صادق کو بھی ہمراہ لے گئے۔وہاں مسجدِ حرام میں ایک روز سعودی حکومت کا نمائندہ مختلف لوگوں کی علمی قابلیت کا جائزہ لے کر انگریزی،عربی،فارسی اور اردو میں وہابی مذہب کی کتابیں تقسیم کر رہا تھا۔جس کو جس زبان میں ماہر دیکھتا،اسی زبان کی کتاب پیش کر دیتا۔حضور مفکرِ اسلام کی قابلیت دیکھ کر کہنے لگا،'مرکز میں آ کر پورا سیٹ حاصل کر لیجئے'۔چنانچہ وہاں اس نے چالیس پچاس کتابیں دے دیں۔آپ یہ لے کر رہائش گاہ آئے تو حضور نقشِ لاثانی قدس سرہ نے ان کتابوں کو دیکھ کر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔تاہم جب آپ نے عرض کیا کہ محض تردید کی نیت سے انہیں وصول کیا تو بہت خوش ہو کر فرمانے لگے،ہاں یہ نیت ٹھیک ہے۔یعنی حضور نقشِ لاثانی اور حضور مفکرِ اسلام علیہما الرحمہ دونوں،بدعقیدہ لوگوں کی کتابیں خصوصاً مبتدیوں کے لیے زہرِ ہلاہل سمجھتے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ کتابوں کے معاملے میں آپ بہت احتیاط پسند تھے۔کوئی تقریظ لکھنے کو کہتا تو جب تک یہ نہ معلوم ہو جاتا کہ پوری کتاب میں کوئی جملہ بھی قابلِ اعتراض نہیں ہے،آپ تقریظ نہیں لکھتے تھے۔عموماً لوگ ساری کتاب کا مطالعہ کئے بغیر،ایک دو صفحات پڑھ کر تقریظ لکھ دیتے ہیں اور پوری کتاب کی ذمہ داری سے یوں لکھ کر سبکدوش ہو جاتے ہیں: ''کتاب کو چیدہ چیدہ مقامات سے دیکھنے کا اتفاق ہوا، ماشاء اللہ خوب لکھی ہے''۔ حضور کو یہ طرزِ عمل ہرگز پسند نہیں تھا۔تقریظ لکھنے سے پہلے حرف بہ حرف کتاب کا مطالعہ فرماتے تھے۔آپ کے اسی حسنِ احتیاط کی بدولت شیخ کریم کو آپ پر حد درجہ اعتماد تھا۔چنانچہ ان کی خدمتِ اقدس میں کسی کتاب کے لیے تقریظ کا کہا جاتا تو وہ عموماً آپ سے کتاب کا بالاستیعاب مطالعہ کرنے کا فرماتے،آپ مطمئن ہوتے تو شیخِ کریم کتاب کے حوالے سے ضروری باتیں کرنے کے بعد تقریظ تحریر فرماتے۔مثلاً مولٰنا محمد ضیاء اللہ قادری صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تصنیف 'سیرتِ غوث الثقلین' کے نئے ایڈیشن کے لیے حضور نقش لاثانی سے تقریظ حاصل کرنا چاہی تو پہلے آپ نے کتاب حرفاً حرفاً پڑھی۔آپ نے اسے اس موضوع پر اردو میں بہترین تصنیف قرار دیا تو حضور نے مختلف مقامات سے جزوی مطالعہ کے بعد تقریظ لکھ دی۔

حقیقت یہ ہے کہ حضور نقشِ لاثانی نے ہی اپنے اس مریدِ کامل کی تربیت کی تھی اور اپنی تمام تر توانائیاں صَرف کردی تھیں۔ انہیں آپ پر بہت اعتماد تھا۔ چنانچہ کسی بھی معاملے میں آپ کا اظہارِ اطمینان ان کی تسلی کا موجب ہوتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آستانہ عالیہ پر آنے والی جملہ ڈاک کا جواب بھی آپ کے ذمے تھا اور حکم تھا کہ کسی کو اس وقت اپنے پاس مت بیٹھنے دینا۔ آخری دو ایک سال میں جب حضور نقشِ لاثانی قدس سرہ نقاہت زیادہ محسوس فرمانے لگے تو ایک دن ارشاد ہوا: ''ڈاک کا جواب خود دے دینا، اگر کوئی پوچھنے والی بات ہو تو پوچھ لینا''۔ روضۂ لاثانی کے اردگرد کی چاردیواری میں احادیث اور اشعار لکھوانے کا موقع آیا تو کاتبوں سے فرمایا، 'آسی صاحب جو لکھوائیں، لکھ دینا'۔

حضور کو جہاں غلط قسم کی کتابوں سے احتراز تھا، وہیں اچھی کتابوں کی نشاندہی بھی فرماتے اور گاہے بگاہے ان کی تقسیم بھی۔ ترجمۂ قرآن اعلٰیحضرت علیہ الرحمہ کا پسند تھا۔ تفاسیر میں حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ کی تفسیرِ نعیمی اور پیر کرم شاہ صاحب ازہری علیہ الرحمہ کی تفسیر ضیاء القرآن تجویز فرماتے۔ (مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بہت تعریف فرماتے۔ ان کے ساتھ ملاقات کا واقعہ محبت کے ساتھ سناتے کہ میں ان سے ملنے گیا تو انہیں نہایت سادہ لباس میں سادہ سے گھر میں پایا نیز یہ کہ ان کا زُہد و فقر لائقِ تقلید تھا)۔ کتبِ سیرت میں 'سیرتِ رسولِ عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم'، 'ضیاء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم' اور معتدد کی تحسین فرمائی۔ 'مرقاۃ شرح مشکوٰۃ' بھی آپ کے زیرِ مطالعہ رہنے والی کتب میں سے تھی۔ اصلاحِ عقائد کے لیے طلباء کو مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ کی کتب اوّلاً 'شانِ حبیبِ الرحمٰن' اور پھر 'جاء الحق' خریدنے اور مطالعہ کرنے کی ترغیب دیتے۔ فقہی مسائل کے لیے اوّلاً 'فتاویٰ فیض الرسول' اور پھر 'بہارِ شریعت' یا کسی اور کتاب کی طرف رجوع کرنے کا فرماتے۔ تصوف میں کشف المحجوب، مکتوبات مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امام غزالی کی تصانیف، بستان العارفین، تذکرہ مشائخ نقشبندیہ و معتدد کتب پسندیدہ تھیں۔ سکولوں، کالجوں کے طلباء کے لیے ابتداءً علامہ جلال الدین امجدی کی 'اسلامی تعلیم' تجویز فرماتے، خطبات کے سلسلے میں خطباتِ برطانیہ، الخطیب، واعظ، علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی صاحب کی کتب کا خصوصیت سے تذکرہ فرماتے۔ جناب عبد الصبور بیگ منشور ہزاروی کی 'شہید کربلا' و دیگر کتب، علامہ شفقات احمد نقشبندی کی 'رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی نماز' اور بے شمار کتابیں لوگوں کو حسبِ حال مطالعہ کرنے کا حکم ارشاد فرماتے تھے۔

عقیدۂ اہلِ سنت پر اطمینان و پختگی کے ساتھ ساتھ آپ نے حکمت و مواعظِ حسنہ بالخصوص حُسنِ اَخلاق کا دامن کبھی ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ مبلغین کے لیے اشتعال انگیزی اور زبان کی تختی و درشتی آنجناب کو سخت ناپسند تھی۔ اپنے عقیدے کی حفاظت پر تو بہت زور دیتے تھے مگر خواہ مخواہ بدامنی و انتشار پھیلانے کو بھی ناروا و نامناسب خیال فرماتے تھے۔ اپنے تربیت یافتہ علماء کو بھی تاکید تھی کہ شگفتگی کے ساتھ مدلل طریقے سے اصلاحِ احوال کی جائے۔ صوفیاءِ کرام علیہم الرضوان نے جو اسلام کی تبلیغ فرمائی ہے، نرمی اور شفقت ہی کے سہارے فرمائی ہے۔ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی اپنی سنت بھی یہی ہے۔ قرآن فرماتا ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ج وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَا نْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ص.....

(آلِ عمران۔۱۵۹)

ترجمہ: تو کیسی اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب صلی اللہ علیک وسلم! تم ان کے لیے نرم دل ہوئے اور اگر تند مزاج، سخت

دل ہوتے تو وہ ضرور تمہارے گرد سے پریشان ہو جاتے۔ (کنز الایمان)

انسانی نفسیات سے دلچسپی رکھنے والے افراد جانتے ہیں کہ غیرت وحمیت کے خلاف انسان کو باتیں سننے کی عادت ہو جائے تو آہستہ آہستہ غیرت وحمیت ہی ختم ہو جاتی ہے۔ یہ روز مرّہ کا مشاہدہ ہے کہ ایک شخص کو کوئی ماں کی گالی دے تو وہ شدید غصے میں آ کر اسے قتل کرنے کو بھی تیار ہو جاتا ہے۔ مگر وہی شخص آوارہ منش لوگوں کے پاس رہنا شروع کر دے جہاں بات بات پر ایک دوسرے کو ماں، بہن کی گالی دینا معمول ہو تو وہ چند روز کے اندر اندر ہی ایسا 'روشن خیال' ہو جاتا ہے کہ اس گالم گلوچ سے اسے کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔ موجودہ دور میں یورپ، امریکہ اور اس کے غیر مسلم یا مسلم حواری اسی طرح سے مسلمانوں کو بے غیرت کرنا چاہتے ہیں۔ کبھی رُشدی ملعون کے ذریعے، کبھی کپڑوں جوتوں پر کلمہ شریف لکھوا کر۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے توہین آمیز گستاخانہ خاکوں کی اشاعت اور قرآنِ کریم کی بے حرمتی کے متعدد واقعات بھی اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ میرے حضور ان تمام فتنوں سے آگاہ تھے چنانچہ وقتاً فوقتاً مختلف تقریبات کے مواقع پر ہزاروں نوجوانوں کی تربیت کر کے ان سے حلف لیے گئے کہ ناموسِ رسالت اور اسلام کی سربلندی کے لیے جانوں کی قربانی سے بھی دریغ نہیں کیا جائے گا۔ آپ فرماتے تھے کہ اس قوم میں جناب علم الدین شہید جیسے غازی پیدا ہوتے رہنے چاہئیں ورنہ قوم تباہ و برباد ہو جائے گی۔

ایک مرتبہ سیالکوٹ میں ایک نوجوان وہ ناپاک جملے تقریر کے دوران سنا رہا تھا جو مرزا قادیانی خبیث نے حضور سیدہ خاتونِ جنت سلام اللہ علیٰ ابیہا وعلیہا کی گستاخی میں بکے ہیں (نعوذ باللہ)۔ تو آپ نے اسے الگ لے جا کر پوچھا، 'اگر کوئی شخص تمہاری ماں بہن کے بارے میں ایسی بکواس کرے تو کیا جلسۂ عام میں اس کا من وعن ذکر کرو گے؟'۔ اس نے کہا، 'نہیں'۔ تب آپ نے فرمایا، 'تمام کائنات کے آقا و مولا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی (صاحبہ) ہی کو اس قابل سمجھا کہ ایک شیطان گستاخی لکھے اور دوسرا علانیہ سناتا پھرے؟'۔ اس نوجوان نے توبہ کر لی۔

یونہی علماءِ نجد و دیوبند کی وہ عبارات جن میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ اقدس میں صریحاً گستاخیاں پائی جاتی ہیں، آپ جلسۂ عام میں سنانے کے خلاف تھے اور اگر کوئی سنانا چاہتا تو منع فرما دیتے۔ ہاں کسی اور انداز اور الفاظ میں دردمندانہ اور غیورانہ لہجہ اپنا کر مقصد بیان کرنے کی رخصت دیتے تھے۔ جس سے اہلِ سنت کا ان سے فرق واضح ہو جائے۔ اور خواہ مخواہ کی چھیڑ خانی سے بھی روکتے تھے۔

دورِ حاضر میں علماء و مشائخ کا ایک گروہ ایسا بھی ہے جو حُبِّ اہلِ بیت کے بہانے بعض اصحابِ رسول (مثلاً حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ وغیرھم) سے بغض رکھتا ہے اور ان پر غلط سے غلط الزام لگانے سے بھی نہیں ہچکچاتا۔ ان میں بعض کم نظر 'پیر' وہ بھی ہیں جو اپنی مخصوص محفلوں اور چیلوں میں اصحابِ ثلاثہ کی عظمت وشان کو دبانا اپنے خیال میں حُبِّ اہلِ بیت (رضی اللہ عنہم) کا ضروری تقاضا جانتے ہیں۔ ایسے مصنفین بھی ہیں جو تحقیق کے نام پر صحابہ کرام کے بارے میں شکوک وشبہات پھیلا رہے ہیں۔ یہ سب چھپے ہوئے رافضی ہیں۔ ان کے دھوکے سے بچنا اس لیے مشکل ہے کہ عموماً معمولاتِ اہلِ سنت پر عامل ہیں۔ یعنی گیارھویں، عرس، میلاد شریف وغیرہ مستحسن افعال بجالاتے ہیں۔ یہ لوگ ہر اس محدث، مجتہد، فقیہہ اور مجدّد کے خلاف ہیں جس نے اپنے

اپنے وقت میں فتنۂ رفض کی خوب خبر لی۔ جیسے شاہ ولی اللہ محدثِ دہلوی، شاہ عبدالعزیز محدثِ دہلوی، حضور سیدنا مجدّد الف ثانی (رضی اللہ عنہم) وغیرھم۔ یہاں تک کہ اسی 'جرم' کی بناپر اصح الکتاب بعد کتاب اللہ یعنی بخاری شریف کو غیر معتبر ثابت کرنے کے لیے اعتراضات کی بوچھاڑ کردی۔ حضور قبلۂ عالم مفکرِ اسلام علیہ الرحمہ اس قسم کے 'باریک' فتنوں سے بھی بے خبر نہ تھے۔ شاہ ولی اللہ محدثِ دہلوی علیہ الرحمہ اور ان کے خانوادے کی اپنی دور کے فتنوں کی سرکوبی کے لیے خدمات کو اجاگر کرنے کے لیے اپنے تلمیذِ خاص اور حضور نقشۂ نقشِ لاثانی پیر سید عابد حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ مجاز صوفی محمد صدیق ضیاء صاحب دامت برکاتہٗ (انجینئر تربیلا ڈیم) سے 'شاہ ولی اللہ کے افکار و نظریات' لکھوائی جبکہ حضور سیدنا مجدّد الف ثانی علیہ الرحمہ کے ناقدین کو 'حضرت سیدنا مجدّد الف ثانی کی مجددیت وقیومیت' خود تحریر فرما کر منہ توڑ جواب دیا۔

امام شافعی علیہ الرحمہ کا یہ قیمتی شعر کئی بار آپ سے سنا گیا:

لَوْ کَانَ رِفْضًا حُبُّ اٰلِ مُحَمَّدٍ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم)

فَلْیَشْھَدِ الثَّقَلَانِ اِنِّیْ رَافِضٗ

ترجمہ: اگر آلِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت کا نام رفض ہے تو جن وانس گواہ رہیں میں بھی رافضی ہوں۔

حضور شاہِ لاثانی پیر سید جماعت علی شاہ (علی پور سیداں شریف) علیہ الرحمہ کا یہ قول بھی آپ نے متعدد بار ارشاد فرمایا:

''اگر حُبِّ اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کا نام شیعیت ہے تو میں بھی شیعہ ہوں اور اگر صحابۂ کرام علیہم الرضوان کی گستاخی کا نام شیعیت ہے تو میری توبہ، ہزار بار توبہ''۔

حضور شاہِ لاثانی گوشِ مبارک پر دستِ مبارک رکھ کر اپنی بریت کا بار بار اظہار فرماتے تھے۔ الغرض صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بارے میں حضور مفکرِ اسلام قدس سرہ کا عقیدہ وہی تھا جو اکابر اہلِ سنت مثلاً حضور سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہٗ النورانی کا تھا۔ آپ ایسی مؤثر روایات کا بیان کیا جانا پسند فرماتے تھے جن میں اہلِ بیتِ اطہار رضی اللہ عنہم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کی باہمی محبت والفت کا بیان ہو یا جن میں ایک دوسرے کی شان وعظمت کا اعتراف ہو۔ چنانچہ یکم محرم کو جو شہادتِ سیدنا عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کا دن ہے، خصوصیت کے ساتھ سیدنا عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ اور باقی خلفا کی اہلِ بیت علیہم الرضوان سے اور اہلِ بیت علیہم الرضوان کی سیدنا عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ اور دیگر خلفاءِ راشدین کے ساتھ جو محبت تھی، اسے بیان کیا جاتا تو حضور نہایت محظوظ ہوتے اور داد دیا کرتے تھے اور خود بھی ایسی روایات سنایا کرتے تھے۔

مختصر یہ کہ آپ اپنے دَور کے تمام فتنوں سے باخبر تھے اور یہ آپ کی حکیمانہ تبلیغ کا نتیجہ تھا کہ اَن گنت بدعقیدہ لوگ اپنی بدعقیدگی سے تائب ہو کر اہلِ حق اہلِ سنت میں شامل ہوئے۔ آپ کے تربیت یافتہ مبلغین کی وساطت سے یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ بلاشبہ آپ اس دَور کے عظیم ترین مصلح مبلّغ، دانشور اور انقلابی شخصیت تھے۔ اللہ کریم بطفیلِ حبیبِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم آپ کے درجات کو بلند فرماتا رہے۔ آمین

نشان مرد مومن با تو گویم

پروفیسر محمود کاوش صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اگر مجھے یہ کہا جائے کہ صرف ایک لفظ میں پروفیسر محمد حسین آسی کی زندگی کا نقش کھینچوں تو میں بلا تامل کہوں گا ''عشق''۔

آپ عشق کی تجسیم تھے۔ اللہ تعالیٰ سے عشق، اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی سے عشق، اپنے شیخ کریم سے عشق، پاکستان سے عشق نظریہ پاکستان سے عشق، علامہ اقبال سے عشق۔ آپ کی زندگی انھی عشقوں سے عبارت تھی۔ آپ کی دوستی اور دشمنی، محبت اور نفرت، پسند اور ناپسند بھی اسی عشق کے زیر اثر تھے۔ آپ اللہ کے شیر تھے، مصلحت اندیشی، ڈپلومیسی، روباہی نام کی کوئی شے انھیں آتی ہی نہیں تھی۔ وہ '' آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی'' کا عملی تھے۔

یہ ۱۹۸۷ء کی بات ہے، جب مجھے پروفیسر محمد حسین آسی سے شناسائی کا شرف حاصل ہوا۔ ہوا یوں کہ میں گورنمنٹ ایف سی کالج لاہور میں بی۔اے کا طالب علم تھا۔ ان دنوں یہ ادارہ نجی تحویل میں دیے جانے کی خبریں گرم تھیں۔ اساتذہ کرام اور طلبہ اس تبدیلی کے تحت مخالف تھے۔ کالج میں ''بائیکاٹ، بائیکاٹ تعلیمی بائیکاٹ'' کے نعرے گونجتے۔ میں اس صورت حال سے خاصا پریشان تھا۔ چناں چہ یہاں سے کسی اور ادارے میں مائیگریشن کروانے میں عافیت سمجھی۔ میں گورنمنٹ جناح اسلامیہ کالج، سیالکوٹ پہنچا۔ میرے اختیاری مضامین میں اردو کا مضمون بھی شامل تھا۔ معلوم ہوا کہ اردو کے استاد اپنے کمرے ہی میں کلاس لیتے ہیں۔ وہاں پہنچا تو دیکھا پرانی وضع کے ایک استاد تشریف فرما ہیں۔ سفید شلوار قمیص، سیاہ رنگ کی شیروانی اور سر پر جناح کیپ۔ رسمی تعارف ہوا۔ میرے گاؤں کا نام پوچھا۔ دیگر مشاغل کے بارے میں بھی دریافت کیا۔ اس کے بعد آنے والا ہر لمحہ مجھے ان سے قریب سے قریب تر کرتا گیا۔

ان کے عقیدت مندوں کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ روزانہ کوئی نہ کوئی ان سے ملنے کالج میں آیا ہوتا۔ کسی کو چائے کے سات کیک کھلا رہے ہیں، کسی کو عمدہ پھل کھانے کو دیے جا رہے ہیں۔ ہم اردو پڑھنے والے پانچ سات طالب علم تھے۔ ہماری لذت کام و دہن کا بھی سامان ہو جاتا۔ بعض عقیدت مند کچھ نقدی بھی پیش خدمت کرتے، بغیر دیکھے شیروانی کی جیب میں ڈال لیتے، کوئی دوسرا شخص آتا، نگاہ دور بین اس کی کیفیت کا مشاہدہ کرتی، ہاتھ جیب میں جاتا، بغیر دیکھے اور گنے، جتنے پیسے ہاتھ میں آتے، آنے والے کو عطا کر دیتے۔ یہ واقعہ کئی بار اپنی آنکھوں سے دیکھنے کا موقع ملا۔ کبھی کبھار اس عنایت کی برسات مجھ پر بھی ہوتی۔

میرے گاؤں کا کالج سے فاصلہ ساٹھ کلومیٹر سے زیادہ تھا۔ انہیں گھر پہنچتے پہنچتے شام ہو جاتی تھی۔ آسی صاحب کو احساس ہوا کہ مجھے بھوک ستاتی ہو گی۔ چناں چہ اب معمول یہ ہو گیا کہ جب ان کی کلاسز ختم ہوتیں، مجھے اپنے ساتھ رنگ پورہ میں واقع اپنے کرائے کے گھر

میں لے جاتے۔ گھر سے یاد آیا کہ وہ جو بھی گھر کرائے پر لیتے، اس کے لیے مسجد کے قریب ترین ہونا پہلی شرط تھی۔ گھر پہنچتے ہی مجھے دوپہر کا کھانا دیا جاتا، سیر ہو کر کھاتا اور اللہ کا شکر ادا کرتا۔

ایک روز یوں ہوا کہ نومبر کا مہینا تھا۔ سرد ہوائیں چلنے لگیں۔ میں شلوار قمیص میں ملبوس تھا۔ سردی کا احساس ہو رہا تھا، لیکن خاموش رہا۔ ہم گھر کی جانب چل رہے تھے۔ گھر پہنچتے ہی انھوں نے اپنے پلنگ پر پڑی جرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مجھے اسے پہننے کا حکم دیا۔ چناں چہ میں نے پہن لی۔ انھوں نے فرمایا کہ بیرون ملک سے ایک شاگرد عزیز نے بھیجی ہے۔ اب یہ تمھاری ہوئی۔

قبلہ آسی صاحب وسیع دسترخوان کے مالک تھے۔ ان کے ہاں آنے والوں کا تانتا بندھا رہتا۔ سنت کے مطابق کھانے سے پہلے ہاتھ دھلائے جاتے۔ ان کے ہاں ہاتھ دھلانے کے لیے ایک ہی چلمچی ہوتی تھی۔ کوئی شاگرد یا عقیدت مند چلمچی لیے آ جاتا۔ لوٹے سے پانی انڈیلتا اور مہمان ہاتھ دھوتے جاتے۔ آنے والوں کی تواضع سادہ مگر مزے دار کھانے سے کی جاتی۔

دل کی تونگری کا ذکر کتابوں میں تو پڑھ رکھا تھا، آسی صاحب کی صحبت میں دل کی تونگری کی مثالیں بھی دیکھ لیں۔ وہ دنیا کی تحریصات اور ترغیبات سے قطعاً بے نیاز، اکبر کے اس شعر کی عملی تفسیر تھے۔

دنیا میں ہوں، دنیا کا طلب گار نہیں ہوں	بازار سے گزرا ہوں خریدار نہیں ہوں

دنیا سے بے رغبتی کی جو روشن مثال آسی صاحب کے ہاں دیکھنے کو ملی، کم سے کم میں نے کسی اور شخصیت میں نہیں دیکھی۔ انھیں اپنی تنخواہ کا مطلق علم نہ تھا۔ ان کے عزیز خادم حسین ان کی تنخواہ بنک سے لاتے۔ وہی حساب کتاب رکھتے تنخواہ میں سے جی۔ پی فنڈ کی کٹوتی ہوتی ہے اور یہ رقم سود در سود بڑھتی رہتی ہے۔ آسی صاحب نے اکاؤنٹس آفس میں تحریری طور پر درخواست دی کہ مجھے میری کاٹی جانے والی اصل رقم دی جائے۔

آسی صاحب خرد نواز تھے۔ غریب، نادار، بے کس، یتیم اور مستحق طالب علموں پر ان کی نگاہ کریمانہ ہوتی۔ ایسے طالب علموں کی ہر طرح سے مدد کرتے۔ خزف ریزوں کو لعل و گہر بنانے کا ہنر جانتے تھے۔ کتنے ہی ان کے دامن سے وابستہ ہوئے اور اپنے مقدر کو چمکا کر کامیاب انسان بنے۔ میں تک بندی کیا کرتا تھا۔ ایک دن مجھ سے فرمانے لگے کبھی نعت بھی کہی ہے۔ میں نے نفی میں جواب دیا تو فرمایا: نعت کہا کرو۔ گھر پہنچا تو خود بخود نعتیہ اشعار ہونے لگے۔ چناں چہ اگلے روز میں نے وہ نعت ان کی خدمت میں پیش کی۔ میری روحانی تربیت کے لیے ایک روز مجھے علی پور سیداں لے گئے اور پیر سید علی حسین شاہ صاحب کے دست حق پرست پر بیعت کرا دیا۔ آسی صاحب نے مجھے یہاں بھی نعت سنانے کو کہا۔ چناں چہ وہی اولین نعت تحت اللفظ پڑھ دی۔ پیر سید علی حسین شاہ صاحب نے بھی اظہار پسندیدگی فرمایا۔ یہ میرے لیے بڑے اعزاز کی بات تھی۔ پھر اس کے بعد وقتاً فوقتاً نعتیں ہوتی رہیں اور آسی صاحب انھیں ماہنامہ ''انوار الاتانی'' میں شائع کرتے رہے۔ پیر سید علی حسین شاہ صاحب کے وصال پر بھی میں نے چند اشعار موزوں کیے یہ اشعار بھی ''انوار لاتانی'' میں شائع کیے۔ پھر مجھ ایسے بے مایہ سے مختلف موضوعات پر مضامین لکھوا کر انھیں مذکورہ رسالے میں شامل کرتے رہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ اس طرح میری

ذہنی تربیت کر رہے تھے۔

پروفیسر محمد حسین آسی صاحب سادات کا بہت احترام کرتے تھے۔ پیر سید عابد حسین شاہ صاحب نے اپنے بیٹے ظفر اقبال کو آسی صاحب کی خدمت میں سیالکوٹ بھیجا کہ وہاں ان کی محبت میں رہ کر ادب آداب سیکھ جائے گا۔ ایک روز فجر کی نماز کا وقت گزر رہا تھا اور ظفر اقبال محوِ خواب تھا۔ خادم حسین نے سوچا: کہیں ظفر اقبال کی نماز رہ نہ جائے۔ چناں چہ وہ اسے ''ظفر اقبال ظفر اقبال'' کہہ کر آوازیں دے رہے تھے۔ کہیں سے آسی صاحب کے کانوں میں بھی یہ آواز پڑ گئی۔ خادم حسین کی سرزنش کی گئی کہ یہ بلانے کا درست انداز نہیں ہے۔ انھوں نے ہدایت کی کہ آئندہ صاحب زادہ صاحب یا شاہ صاحب کہہ کر عزت و تکریم سے بلایا جائے۔

۱۹۹۲ء میں اردو کے استاد کی حیثیت سے میرا ایچی سن کالج، لاہور میں تقرر ہوا۔ اس پر ان کی خوشی دیدنی تھی۔ انھی دنوں آسی صاحب نے پیر سید علی حسین شاہ صاحب کی حیات و کرامات پر مبنی کتاب مرتب کی۔ ان کے حکم کی تعمیل میں اس کتاب کی ''تقدیم'' اس خاکسار لکھوائی گئی۔

آسی صاحب کسی زمانے میں غزل بھی کہتے تھے۔ بعد میں ان کا قلم صرف مذہبی موضوعات کے لیے وقف ہو کر رہ گیا۔ اگر وہ غزل کی طرف سے بے اعتنائی نہ برتتے، تو میرے خیال میں غزل کے عمدہ شعرا میں شمار ہوتے۔ ایک بار انھوں نے اپنی غزل کا ایک شعر سنایا تھا۔ ان کے بقول ذوالفقار علی بھٹو کے دورِ حکومت میں سوشل ازم کا بڑا چرچا تھا۔ اس پر انھوں نے یہ شعر کہا:

دردِ شکم کے پیچ میں گم ہو گیا حکیم   اب اپنا بھی سراغ اُسے مل نہیں رہا

ایک مرتبہ کی صاحب نے بتایا کہ جب انھوں نے میٹرک کے امتحان میں بورڈ میں اول پوزیشن حاصل کی تو جناح اسلامیہ کالج سیالکوٹ کے پرنسپل نے ٹیلی گرام دے کر انھیں اپنے کالج میں داخلے کی دعوت دی۔ بعد میں کسی کام کے سلسلے میں انھیں پرنسپل سے ملنا تھا لیکن دربان ان کی ایک نہیں سنتا تھا اور انھیں کسی صورت اندر جانے کی اجازت دینے پر آمادہ نظر نہیں آتا تھا۔ دربان کے یہ تیور دیکھ کر انھوں نے ایک پرچی پر ایک قطعہ لکھا اور دربان سے درخواست کی کہ وہ اسے پرنسپل صاحب کی خدمت میں پہنچا دے۔ اس کا پہلا شعر تو ذہن سے محو ہو گیا ہے، البتہ دوسرا شعر یوں تھا:

آج ملنے کے بھی نہیں قابل   کل جسے تار پر بلایا تھا

بس یہ پڑھنے کی دیر تھی کہ پرنسپل صاحب بار بار کہتے تھے۔ آسی کو بلاؤ، آسی کو بلاؤ۔ پروفیسر محمد حسین آسی صاحب سنجیدہ مزاج انسان تھے، لیکن شستہ مزاح کی حس کے مالک تھے۔ ایک بار میں آسی صاحب سے ملنے شکر گڑھ گیا۔ کوئی دس گیارہ کا وقت ہو گا۔ ابھی مسجد ہی میں تھے۔ میرے ساتھ میرا بیٹا مدثر ایاز محمود بھی تھا۔ اس وقت مدثر کی عمر چار سال ہو گی۔ میں نے مدثر سے آسی صاحب کے ساتھ ہاتھ ملانے کو کہا، مگر اس نے پس و پیش کیا۔ اس پر آسی صاحب نے برجستہ ارشاد فرمایا: یہ اصلی راجپوت ہے۔

پروفیسر محمد حسین آسی اولاد کی نعمت سے محروم تھے، لیکن انھوں نے ہزاروں افراد کی تعلیم و تربیت اپنی اولاد سے بڑھ کر کی۔ ان کے شاگردان کے ایسے ہی جاں نثار تھے، جیسے حقیقی فرماں بردار اولاد اپنے والدین کی ہوتی ہے۔

پروفیسر حسین آسی صاحب غیر مقلدین کو برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ یوں تو شروع سے غیر مقلدین کے خلاف تھے، تاہم وقت کے ساتھ ساتھ اس کی شدت میں اضافہ ہوتا گیا۔ خصوصاً ریٹائرمنٹ کے بعد ان کی طبیعت میں مزید آ گئی تھی۔

پروفیسر محمد حسین آسی صاحب سادہ لوح انسان تھے۔ دوسروں کی بات پر بہت جلد یقین کر لیتے تھے۔ آخری دس بارہ سال میں ان کے شکرگڑھ کے چند قدیم اور مخلص عقیدت مند بوجوہ دور ہوتے گئے، اگرچہ ان کی عقیدت واحترام میں ذرہ برابر فرق نہیں آیا تھا۔ اس کی ایک وجہ شاید یہ بھی تھی کہ وہ حضرات اپنی خانگی اور پیشہ ورانہ مصروفیات کے باعث آسی صاحب کے حسب خواہ وقت نہیں دے سکتے تھے۔ جیسا کہ ابھی اوپر ذکر ہوا، اللہ تعالیٰ نے آسی صاحب کو اولاد کے جھمیلوں میں نہیں ڈالا تھا۔ وہ دوسروں کو بھی اپنی طرح ان ذمہ داریوں سے آزاد تصور کرتے تھے۔

پروفیسر محمد حسین آسی صاحب زندگی بھر ایک لمحے کو بھی اپنے مشن سے غافل نہ ہوئے۔ اپنے کام سے تعہد کی ایسی مثالیں بہت کم ملیں گی۔ ان کا اوڑھنا بچھونا علمی کام تھے۔ عمر بھر اپنے قلم سے جو کبھی مصلحت سے آلودہ نہ ہوا، جہاد کرتے رہے۔ جہاد باللسان سے بھی بھرپور کام کیا۔ سیالکوٹ میں بھی نماز جمعہ پڑھاتے تھے۔ شکرگڑھ آئے تو یہاں بھی یہ سلسلہ شروع رکھا۔ بہت دبنگ انسان تھے۔ کوئی دباؤ انھیں حق بات کہنے سے نہیں روک سکتا تھا۔ پرویز مشرف کے دور حکومت میں اس کی پالیسیوں کے خلاف انھوں نے جس انداز میں جہاد بالقلم کیا، اس کی کوئی دوسری نظیر نہیں ملتی۔ اس سلسلے میں ماہنامہ ''الحقیقہ'' شکرگڑھ کے اداریے دیکھے جا سکتے ہیں۔

پروفیسر محمد حسین آسی صاحب نے پانچ زبانوں میں نعتیں کہیں۔ اردو 'حمد و نعت' میں وہ ایک نئے انداز کے موجد ہیں۔ پہلا مصرع حمد کا اور دوسرا نعت کا ہوتا۔ ان کی تیس کتابیں مطبوعہ صورت میں موجود ہیں۔ کم و بیش اتنی ہی تعداد میں غیر مطبوعہ کتابیں منتظر اشاعت ہیں۔

آخری عمر میں امراض نے آپ کو گھیر لیا۔ ڈاکٹروں نے سفر سے منع کر رکھا تھا لیکن تبلیغ کی خاطر ڈاکٹروں کی ہدایت کو نظر انداز کر دیتے۔ ایک مدت تک اپنے گرد و پیش کو ایمان کی دولت سے منور کرنے والی تنظیمی و ادبی اور روحانی شخصیت 8 اگست ۲۰۰۶ کو زمانے کی آنکھوں سے اوجھل ہو گئی۔ ان کے جسم اطہر کے ساتھ گلاب کے پھولوں کی پتیاں کثیر تعداد میں رکھی گئی تھیں۔ جن لوگوں نے ان کا جنازہ دیکھا ہے، وہ اس بات کی گواہی دیں گے کہ ان کا چہرہ گلاب کی طرح تر و تازہ اور متبسم تھا۔ ان کے چہرے کو دیکھ کر اقبال کا یہ شعر اپنی پوری معنویت کے ساتھ ذہن میں آیا:

نشانِ مردِ مومن با تو گویم　　　　چو مرگ آید تبسم بر لبِ اُوست

ان کا جنازہ شکرگڑھ شہر کی تاریخ کا سب سے بڑا جنازہ تھا۔ ہزاروں افراد اس غم گسار کے اٹھ جانے پر اشک بار تھے۔

جہاں تک ان کے علمی مقام و مرتبے کا ذکر ہے، تو میں پوری ذمہ داری سے سمجھتا ہوں کہ پروفیسر حسین آسی ایک نابغۂ روزگار شخصیت تھے۔ عربی، فارسی، انگریزی، اردو اور پنجابی پر ماہرانہ دسترس رکھتے تھے۔ ان جیسے زبان شناس اور عالم با عمل کا ہمارے درمیان سے اٹھ جانا ایک نقصانِ عظیم ہے۔ دکھ اس بات کا ہے کہ ان کی علمی مسند کا دور دور تک کوئی جانشین نظر میں آتا۔

پروفیسر محمد حسین آسی کے تجرِ علمی کا جائزہ لینے کے لئے دفتر کے دفتر درکار ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان کے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ منثور و منظوم کلام پر کوئی ایسا اہلِ علم اور صاحب دل کام کرے، جو اس کام کے کرنے کی اہلیت رکھتا ہو۔

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حقانیت

حضور مفکر اسلام قدس سرہ النورانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خصوصی عظمت:

حضور سرورِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چند ارشادات پیش کیے جاتے ہیں جو اسی شہادت کی گویا نبوی تفسیر ہیں اور مزید اطمینان قلب کا ذریعہ ہیں

(۱):حسین منی و انا من حسین احب اللہ من احب حسیناً حسین سبط من الاسباط (ترمذی)

ترجمہ: حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں۔ اللہ اس سے محبت رکھے جو حسین سے محبت رکھے۔ حسین اسباط میں سے سبط ہیں۔

پہلا جملہ انتہائی قرب کو ظاہر کر رہا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم من اللہ ہیں۔ (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے) تو اپنے شہزادے کو منی فرما رہے ہیں (یعنی مجھ سے) حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نمائندے، مظہر و نائب ہیں تو امام حسین اپنے جد امجد کے نمائندے، مظہر و نائب ہیں۔ انا من حسین (میں حسین سے ہوں) فرما کر واضح کر دیا کہ امت کے لئے فیضان رسالت کا حصول سیدنا امام پاک کے وسیلے سے ہوگا اور تا قیامت امام حسین کی اولاد اس کی قاسم رہے گی۔ یہ ہے قرب رسول اور دوسرے جملے میں قرب خداوندی کا ذکر ہے۔ جسے بھی اس جگر گوشہ رسول علی جدہ وعلیہ السلام سے محبت ہوگی، اللہ تعالیٰ کا محبوب ہو جائے گا۔ تیسرا جملہ اس حقیقت کو کھول رہا ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بہت زیادہ نسل کا سلسلہ حسینی ہوگا۔ یعنی دشمنان اہل بیت نے جس شمع حسینی کو کربلا میں گل کرنا چاہا، قیامت تک روشن رہے گی۔

بولئے جسے اپنے خدا اور سول (جل وعلا فصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی بارگاہ میں ایسا قرب حاصل ہے، وہ کسی وقت بھی حقانیت سے دور ہو سکتا ہے؟

(۲): حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ خاتون جنت علیہا السلام سے فرمایا:

الا ترضین ان تکونی سیدۃ نسآء اھل الجنۃ و ابنیک سید اھل الجنۃ (کنز العمال)

''کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ تو جنت کی عورتوں کی سردار ہو اور تیرے دونوں بیٹے جنت کے نوجوانوں کے سردار ہوں''۔

اس مضمون کی بھی بہت سی احادیث ہیں۔ کیا کوئی سلیم العقل یہ تسلیم کر سکتا ہے کہ جنہیں جنت کے نوجوانوں کی سرداری کا منصب ملتا ہے، وہ بھی دنیوی جاہ وجلال اور معاذ اللہ حرص وہوس کے بندے ہو سکتے ہیں۔ ان کے شایان شان تو تسلیم ورضا، صدق وصفا اور خلوص واتقا کا اعلیٰ درجہ ہونا چاہئے۔

(۳)؛حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ سرکار ابدقرار حضور سید ابرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من احب الحسن والحسین فقد احبنی و من ابغضهما فقد ابغضنی۔ (ابن ماجہ، المستدرک)

''جس نے حسن وحسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے محبت رکھی، اس نے مجھ سے محبت رکھی اور جس نے ان دو سے بغض رکھا، اس نے مجھ سے بغض رکھا''۔

سوچئے وہ شخصیت کس بلند مقام پر فائز ہے، جس کی محبت رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہے اور جس سے بغض خود زبان وحی کے مطابق نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بغض ہے۔ اگر نبی کریم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ایمان اور ان سے بغض کفر ہے تو شہزادگان شہنشاہ رسالت کے چاہنے والوں کو ایمان مبارک ہو اور ان کے دشمن کو کفر کی بشارت وصول ہو۔

یاد رکھیں محبت ہو تو عیب دکھائی نہیں دیتا اور بغض ہو تو خوبی نظر نہیں آتی۔ خدا تعالیٰ کا شکر ہے، ہم فقیر، حسنین کریمین علیہما السلام کی ہر ادا کو نگاہ محبت سے دیکھتے ہیں اور یہی علامت ایمان ہے۔ بدبخت ہیں جو راکب دوش رسول اور جگر گوشہ بتول سے بھی سوئے ظن رکھتے ہیں۔

باغ جنت کے ہیں بہر مدح خوان اہل بیت   تم کو مژدہ نار کا اے دشمنان اہل بیت

اس مضمون کی بہت سے احادیث ہیں (جن کا خلاصہ یہ ہے کہ بغض علی المرتضیٰ اور بغض حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم علامت نفاق والحاد ہے) یہ اہل بغض جس قسم کے ''مومن'' ہیں، ان کا امیر تو واقعی یزید پلید کو ہونا چاہئے، لہٰذا یہ اگر اسے امیر المومنین کہتے ہیں تو اپنے معیار کے مطابق بجا کہتے ہیں۔ جو کور چشم کفر ونفاق کو ایمان سمجھے وہ رئیس المنافقین ہی کو امیر المومنین کہہ سکتا ہے۔

(۴): بیسیوں احادیث سیدنا امام حسین علی جدہ وعلیہ السلام کی خبر شہادت اور وقت شہادت پر مشتمل ہیں۔ ان میں کوئی ایک حدیث بھی ایسی نہیں جس سے امام پاک کی مظلومیت کا اور حقانیت کا تصور نہ ابھرتا ہو۔ مثلاً حضرت انس بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ (صحابی رسول) فرماتے ہیں:

سمعت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه و آله وسلم یقول ان ابنی هذا یقتل بارض یقال لها کربلاء فمن یشهد ذالک منکم فلینصره۔

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا میرا یہ بیٹا اس زمین میں قتل کر دیا جائے گا جسے کربلا کہتے ہیں تو تم میں سے جو بھی وہاں موجود ہو اس کی مدد کرے''۔

چنانچہ حضرت انس بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کربلا میں گئے اور سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ وہیں شہید ہو گئے۔

(سر الشہادتین، البدایہ والنہایہ، خصائص کبریٰ)

(۵): حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

لم یکن احد اشبه بالنبی صلی الله تعالیٰ علیه و آله وسلم من الحسن بن علی وقال فی الحسین ایضاً کان

اشبھم برسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (بخاری)

ترجمہ: حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ کوئی بھی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہ نہیں تھا اور جناب حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں بھی یونہی فرمایا کہ وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے زیادہ ہم شکل تھے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ القوی نے خوب فرمایا:

معدوم نہ تھا سایہ شاہ ثقلین — اس نور کی جلوہ گاہ تھی ذات حسنین

تمثیل نے اس سایہ کے دوحصے کئے — آدھے سے حسن بنے ہیں آدھے سے حسین

روایات میں موجود ہے کہ یہودیوں کے مشہور عالم حضرت عبداللہ بن سلام نے جونہی حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ زیبا دیکھا، پہچان گئے۔

انہ وجھہ لیس یوجہ الکذاب

"یہ چہرہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہوسکتا"

سوچئے اگر شہنشاہ حسن وجمال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ زیبا آپ کی صداقت وحقانیت کی دلیل ہے تو جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ہم شکل اور آپ کے حسن وجمال کا پرتو ہوگا، اس کا چہرہ صداقت وحقانیت کی دلیل کیوں نہیں ہوگا۔

یزید پلید سیرت کے اعتبار سے ہی زانی، شرابی (شراب کو حلال سمجھ کر پینے والا) کتوں اور بندروں سے کھیلنے والا، ظالم اور نماز سے غافل ہی نہ تھا (عام کتابیں) بلکہ صورت کے اعتبار سے بھی نہایت مکروہ تھا۔ نہایت موٹا، بدنما، کثیر الشعر (یعنی بہت زیادہ بالوں والا) تھا، سوانح کربلا) جناب نادم صابری صاحب فرماتے ہیں:

کثافت اور جہالت کا یہ پیکر، ظلم کا بانی — شقی ازلی، کمینہ، تندخو، غول بیابانی

جبیں کوتاہ، فربہ پیٹ، دل تاریک اور بدظن — حیا وشرم سے عاری، وفا ورحم کا دشمن

سمٹ کر ساری دنیا کی نحوست اس میں آئی تھی — کہ شیطان لعیں نے خود یزیدی شکل پائی تھی

یہ بدکردار، ناہنجار، کج گفتار، دیوانہ — نشاط وعیش کا پتلا، غم عقبیٰ سے بے گانہ

صورت وسیرت کے وارث: شہزادگان والاشان صرف حسن صورت ہی میں حضور مطلع حسن وجمال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مظہر نہیں تھے (جیسا کہ اوپر گزرا) بلکہ کمال سیرت میں بھی صاحب خلق عظیم حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے وارث کامل تھے۔ چنانچہ روایات شاہد ہیں کہ وصال شریف سے چندروز قبل آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حضرت سیدہ بتول زہرا سلام اللہ علیٰ ابیہا وعلیہا حاضر ہوکر عرض گزار ہوئیں کہ اپنے ان بیٹوں کو بھی کوئی چیز عطا فرما جائیں مختلف روایات کے مطابق ارشاد عالی ہوا:

(ا): اما الحسن فقد نحلتہ حلمی و ھیبتی واما الحسین فقد نحلتہ نجدتی وجودی۔

''حسن کو میں نے اپنا حلم اور ہیبت عطا کی اور حسین کو اپنی شجاعت اور اپنا کرم بخشا''

(۲):نحلت هذا الکبیر المهابة الحلم و نحلت هذا الصغیر المحبة و الرضا۔

''اس بڑے کو میں نے اپنی ہیبت وحلم سے نوازا اور اس چھوٹے کو محبت ورضا کی نعمت دی۔''

خود حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جن صاحبزادگان ذی وقار کو اپنی تجلیات سیرت سے نواز رہے ہیں، ان کے صدق وصفا میں شبہ کرنا بدبختی نہیں تو کیا ہے۔

سیدنا امام پاک خود معیار حق ہیں: ان چند آیات وروایات پر ایک نظر پھر ڈال کر انصاف کیجئے، کیا محرم ۶۱ ھ میں جب معرکہ کربلا پیش آیا، دنیا کے کسی خطے میں کوئی ایسا شخص موجود تھا جسے کسی پہلو میں سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہم پلہ قرار دیا جاسکے۔ جب علم وفضل، زہد وتقوی، کمالات وصورت وسیرت اور حسب ونسب میں آپ ہی زمانے کے بہترین فرد تھے، تو پھر آپ کے فیصلے کو ہی بہترین کیوں نہ مانا جائے۔ چودھویں صدی کا وہ مرد کامل جو صاحب حضوری ہے، حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے ہدایات لئے بغیر ایک قدم بھی نہیں اٹھاتا تو وہ شخص جس کے کانوں میں خود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اذان واقامت فرمائی، جس کی تحنیک اپنے لعاب دہن مبارک سے فرمائی، جس کا نام خود حسین رکھا، جسے اپنے مبارک کاندھوں پر سوار کرتے، جس کے لئے سجدے لمبے کردیتے اور جسے خطبہ چھوڑ کر اٹھانے آجاتے، جس نے سیدۃ النساء العالمین کا مقدس دودھ پیا اور اپنے والد گرامی باب مدینۃ العلم سیدنا علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تربیت پائی اس کے بارے میں کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ وہ محبوب خدا علیہ التحیۃ والثناء کی رضا کے بغیر ہی مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ اور وہاں سے کربلا چلے گئے۔ چنانچہ مکہ مکرمہ سے ابھی کربلا کی طرف روانہ ہوئے ہی تھے کہ آپ کے بہنوئی حضرت عبداللہ بن جعفر یحیٰ بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنھم نے آپ کو پیچھے سے آکر بہت روکا مگر آپ واپس نہ ہوئے تو انہوں نے اس کی وجہ پوچھی۔ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

انی رائیت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه و آله وسلم فی المنام وقد امرنی بامرو انا من له علی کان اولی فقا لا وما تلک الریا؟ قال ما حدثت بها احد او ما انا محدث بها حتیٰ القیٰ ربی (طبری وغیرہ)

''میں نے خواب میں حضور رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ نے اس خواب میں مجھے ایک حکم دیا جسے میں ضرور پورا کروں گا۔ خواہ اب وہ بظاہر میرے خلاف پڑے یا موافق۔ انہوں نے کہا کہ وہ خواب کیا ہے؟ فرمایا: نہ میں نے اب تک کسی سے بیان کیا ہے اور نہ کروں گا، یہاں تک کہ اپنے رب سے جاملوں''

کامل ترین شہادت: حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ، جو دور آخر میں اہل شریعت وطریقت کے بہترین ترجمان اور کتاب وسنت کے اسرار پر واضح عبور رکھتے ہیں، اپنی کتاب ''سر شہادتین'' میں سیدنا امام حسین علیہ السلام کی شہادت کو کامل ترین قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک کامل ترین شہادت یہ ہے کہ شہید پردیس میں ہو، اس پر پانی بند کردیا جائے، بیوی بچے اور دیگر افراد کنبہ اعزہ واقارب ساتھ ہوں

اوران کی اکثریت کو اس شہید اعظم کی آنکھوں کے سامنے خاک وخون میں ملایا جائے۔ آخر میں اسے شہید کر کے اس کی لاش کو گھوڑوں، اونٹوں کے پاؤں تلے روندا جائے۔ شہادت کے بعد اس کا ساز وسامان لوٹ کر بیوہ عورتوں اور یتیم بچوں کو قیدی بنالیا جائے اور انہیں گلی کوچوں میں پھریا جائے۔

ظاہر ہے ایسی کامل ترین شہادت سیدنا امام حسین علیٰ جدہ وعلیہ السلام کے سوا کسے ملی۔ برا ہو بغض وتعصب کا کہ عام شہداء کی عظمت کو تو سلام کیا جائے بلکہ بعض اوقات اپنی صوابدید پر کسی کو شہادت کے عظیم منصب پر فائز کر دیا جائے مگر نواسہ رسول وجگر گوشہ بتول (جس نے راہ حق میں اپنا اور اپنے عزیزوں، بھائیوں، بھتیجوں، بھانجوں، بلکہ بیٹوں کا سر کٹایا) کی سورج سے زیادہ چمکتی شہادت کا انکار کیا جائے۔

(رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

تم کو مژدہ نار کا اے دشمنان اہل بیت!

امت کا سلام: آپ روایات دیکھ چکے ہیں کہ حضرت امام حسین اور دیگر اہل بیت اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دشمن اور مبغض کو منافق، یہودی، کافر وغیرہ فرمایا گیا اور محبت اہل بیت کو ایمان کی علامت، جنت کی ضمانت اور رضائے خدا اور رسول (جل جلالہ فصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی شرط قرار دیا گیا۔ پھر کون ایمان کا مدعی ہوگا جسے گلشن مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہر پھول اور ہر کلی سے پیار نہ ہو۔ چنانچہ امت کے طبقہ اول یعنی صحابہ کرام سے لے کر تابعین، تبع تابعین، مجتہدین، مجددین، مفسرین، اولیاء، اصفیاء، ہمیشہ ہمیشہ اپنے انداز میں اہل بیت کے گن گاتے رہے اور گاتے ہیں۔ مخالفین اہل بیت اپنی پوری کوشش کر کے امت کی تاریخ میں کوئی ایسا مسلمہ حیثیت کا بزرگ دکھا تو دیں جسے خانوادہ رسول علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے فضائل سے انکار ہو۔ جو شخص جب بھی ان سے باغی ہوا، قوم نے اسے مردود، ملعون اور خارجی وجہنمی سمجھا۔ رافضی وہ نہیں جو محبت اہل بیت سے سرشار ہے بلکہ جسے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بیر ہے۔ حقیقت وہی ہے جو سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ نے بیان فرمائی یعنی "محبت اہل بیت سرمایہ اہل سنت است" (اہل بیت کی محبت اہل سنت کا سرمایہ ہے)۔

یزید کی بدبختی و بدکرداری

سیدنا امام پاک علی جدہ وعلیہ السلام کی حقانیت کو مزید سمجھنے کے لئے یزید کی اپنی سیرت کو بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ ہمارے نزدیک تو اس کی بدبختی کا سب سے بڑا ثبوت یہی ہے کہ وہ جگر گوشہ رسول علیہما السلام کے مقابل آیا، نااہل ہونے کے باوجود ان سے بیعت کا آرزومند اور پھر خون کا پیاسا ہوا۔ کربلا کی سرزمین میں جو ظلم وستم اس نے خانوادہ رسول علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام پر ڈھائے، بقول حضرت مجدد علیہ الرحمہ کوئی کافر فرنگ بھی نہیں ڈھا سکتا۔ پھر اسیران اہل بیت کو اونٹوں کی ننگی پشتوں پر باندھ کر شہر بہ شہر پھرانا بدترین شقاوت نہیں تو کیا ہے۔ ہاں ہاں وہ اپنے وقت کا فرعون تھا اور اپنے دور میں باطل کی قوت کا نمائندہ تھا، جس طرح سیدنا امام حسین علیہ السلام حق کے مظہر اور علامت وعلمبردار۔ بقول اقبال:

موسیٰ و فرعون و شبیر و یزید — ایں دو قوت از حیات آمد پدید

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عظمت وجلالت اس بات سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ انہیں فرعون جیسے ملعون کا قلع قمع کرنے کے لئے مبعوث کیا گیا اور دنیائے کفر میں فرعون کی خباثت واہمیت کا اندازہ یوں بھی کیا جا سکتا ہے کہ اسے دبانے کے لئے خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر کو بھیجا۔ اسی طرح نواسہ رسول ثقلین سیدنا امام حسین علی جدہ وعلیہ السلام کی عظمت اپنی حسبی ونسبی طہارتوں اور زبان وحی کی بشارتوں کے علاوہ اس بات سے بھی واشگاف ہو جاتی ہے کہ آپ کو کسی معمولی بدبخت کا مقابلہ کرنے کے لئے نہیں بلکہ اس پیکر شقاوت کو دبانے کے لئے چنا گیا جس کے بارے میں خود سرور کائنات ہادی اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرما چکے تھے:

(۱): لا یزال امر امتی قائماً بالقسط حتیٰ یکون اول من یثلمه رجل بنی امیة یقال له یزید (مسند فردوس دیلمی، تطہیر الجنان، صواعق محرقہ)

ترجمہ: میری امت کا معاملہ حق وانصاف پر قائم رہے گا حتیٰ کہ ایک شخص رخنہ اندازی کرے گا جس کا نام یزید ہوگا۔

(۲): اول من یبدل سنتی رجل من بنی امیة یقال له یزید (البدایہ والنہایہ، تاریخ الخلفاء، ماثبت من السنہ)

ترجمہ: سب سے پہلے میرے طریقے کو جو بدلے گا، بنی امیہ کا شخص ہوگا جس کو یزید کہا جائے گا۔

رضائے حق اور تحفظ اسلام کی خاطر سر کٹا کر اگر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں تو اسلام کا حلیہ بگاڑنے اور کربلا (پھر مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ) میں بدترین مظالم ڈھا کر یزید جہنمیوں کا سرخیل کیوں نہیں۔

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے خلاف تھے تو کسی دنیوی لالچ کی بنا پر نہیں (اگر چہ مخالفت دنیا کے جاہ وجلال کی خاطر ہوتی تو کوفیوں کی بے وفائی دیکھ لینے کے بعد دنیاوی فائدہ سر کٹانے کی بجائے سر بچانے میں تھا، کیونکہ یزید کے ہاتھ پر بیعت کا اقرار کربلا میں بھی ہو جاتا تو زر ومال کے ڈھیر لگ جاتے اور کسی کی جان بھی نہ جاتی) یہ مخالفت محض اس کے فسق وفجور کی بنا پر تھی۔ چنانچہ کربلا کے میدان میں آپ نے کلمہ حق اس طرح بلند کیا۔ (اس وقت جب اپنے عزیز راہ حق میں شہید ہو چکے تھے، یزیدیوں کا کردار آپ نے بیان کرتے ہوئے فرمایا)

الا ان ھٰئولاء قد لزمو اطاعۃ الشیطٰن وترکوا طاعۃ الرحمٰن واظھر والفساد و عطلوا الحدود واستاثروا بالفی واحلوا حرام اللہ و حرامو حلالہ و انا احق من غیر (تاریخ بن خلدون،طبری وغیرہ)

ترجمہ:خبردار،انہوں نے شیطان کی پیروی کولازم پکڑااور رحمان کی فرمانبرداری چھوڑ دی۔فساد برپا کیااور حدود معطل کر دیں۔ ''فے'' کامل ہڑپ کر جاتے ہیں،اللہ کے حرام کو حلال اور اس کے حرام کو حلال ٹھہرالیا ہے اور میں سب سے زیادہ حقدار ہوں کہ اس کے خلاف اٹھوں''۔

مشہور مورخ علامہ حافظ ابن کثیر نے اس کی سیرت کا جونقشہ کھینچا ہے،اس کا اردو ترجمہ یہ ہے:

''بے شک روایت کیا گیا ہے کہ یزید مشہور تھا آلات لہو ولعب کے ساتھ شراب پینے،گیت سننے،شکار کھیلنے،بے ریش لڑکوں کو رکھنے،چھینے بجانے،کتے رکھنے اور سینگوں والے دنبوں،ریچھوں اور بندروں کو باہم لڑانے میں۔ہر روز شراب میں مست رہتا۔بندروں کو زین شدہ گھوڑوں پر سوار کر کے دوڑاتا اور ان کے سروں پر سونے کی ٹوپیاں رکھتا اور لڑکوں کے سروں پر بھی (سونے کی ٹوپیاں رکھتا تھا)اور گھوڑوں کی ریس کراتا۔جب کوئی بندر مرجاتا،یزید اس کا سوگ مناتا۔ایک روایت کے مطابق اس کی موت کا سبب بھی ایک بندر ہی بنا۔یہ اسے اچھال رہا تھا کہ اس نے اسے کاٹ لیا''۔(البدایہ والنہایہ)

مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ میں یزیدی مظالم:یزید نے کربلائے معلی میں ظلم کے پہاڑ توڑنے کے بعد مدینہ منورہ سر کرنے کے لیے مسلم بن عقبہ کی سرکردگی میں لشکر بھیجا جس نے تین دن تک یہاں لوٹ مار اور قتل وغارت کا بازار گرم رکھا۔صحابہ کرام اور تابعین جو شہید ہوئے سترہ سو کے لگ بھگ تھے اور عام مرد عورت اور بچے دس ہزار۔مسجد نبوی میں گھوڑے دوڑاتے تھے اور یہاں سعید بن المسیب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ مقدسہ سے اذان کی آواز سن کر نماز پڑھتے تھے۔اس کے علاوہ اور بہت سی شرمناک حرکتیں کیں اور یہ سب کچھ یزید کی اجازت و ہدایت سے تھا۔(عام کتابیں)پھر یہ لشکر مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوا تو مسلم بن عقبہ،جسے مسلم کی بجائے مسرف بھی کہتے ہیں،راستے میں مرگیا۔حصین بن نمیر اب سالار لشکر تھا اور مسرف کی طرح پلید اور ظالم۔اس نے کعبہ مکرمہ پر پتھر پھینکے،غلاف شریف پھاڑا اور جلایا۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے فدیے کے سینگ،جو اب تک محفوظ تھے،ان یزیدیوں کی آتش بازی وسنگ باری کے ساتھ جلے اور کعبہ مقدسہ کی چھت بھی۔

یزید کا ذکر حدیث میں:آپ نے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں احادیث دیکھیں،جن کے نفس مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ

(۱)آپ خدا اور سول کے محبوب ہیں۔جو ان سے محبت رکھے وہی خدا کا محبوب بن جائے گا۔

(۲)امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے جد امجد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرب رکھتے ہیں کہ دور ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔(پھر وہ ہدایت سے دور کیسے ہو سکتے ہیں)

(۳)یہ حضور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم شکل ہیں۔(اور یہ ہم شکل ہونا بھی حقانیت کی واضح دلیل ہے)

(۴) یہ اپنے بھائی سمیت جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں اور رسول اللہ کے نورنظر (صلی اللہ علیہ وسلم)

(۵) ان کی صلح سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صلح اور ان کی جنگ حضور خواجہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگ۔ (پھر یزید اور اس کی ساری پارٹی کا مقام پہچان لیجئے)

(۶) یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھول ہیں۔

(۷) اہل بیت خصوصا پنجتن پاک میں شامل ہونے سے ان کی محبت علامت ایمان اور بغض علامت کفر ونفاق و یہودیت ہے۔

تفصیل میں جائیں تو ہر وہ حدیث جس میں علم وفضل، زہد وتقوی، عطا وسخا، غزا وجہاد کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ سب کا مصداق امام حسین رضی اللہ عنہ کو قرار دیا جاسکتا ہے۔

اب آیئے یزید کا ذکر احادیث شریفہ میں تلاش کریں۔ دو حدیثیں تو اوپر آگئیں، جن میں صراحت کے ساتھ یزید کا نام لے کر اسے سنت رسول کا اولین تبدیل کرنے والا ٹھہرایا گیا ہے۔

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء نے فرمایا

هلكة امتي علىٰ يد غلمة من قريش

''میری امت کی ہلاکت قریش کے نوجوانوں کے ہاتھ سے ہوگی"۔

علامہ عینی عمدۃ القاری شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ ان ہلاک کرنے والوں میں پہلا جوان یزید تھا۔

(۴) مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت ابو ہریرہ کے متعلق ایک روایت ہے:

ان أبا هريرة كان يمشي في السوق ويقول اللهم لا تدركني وامارة الصبيان

"بے شک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بازار میں چلتے ہوئے دعا کرتے جاتے تھے کہ اے اللہ مجھے ۶۰ھ اور لڑکوں کی حکومت تک زندہ نہ رکھنا۔''

(یاد رہے کہ یزید کی تخت نشینی ۶۰ھ میں ہوئی، چنانچہ یہ دعا قبول ہوئی اور حضرت ابو ہریرہ ۵۹ھ میں وصال فرما گئے)۔

اہل بیت کے دشمنوں کے بارے میں جو بیسیوں احادیث کتابوں میں آئی ہیں وہ سب یزید پر ٹھیک ٹھیک نشانہ کرتی ہیں۔ حرمین شریفین کی بے حرمتی کرنے والوں کا ذکر جن احادیث میں آیا وہ بھی گویا یزید کے بارے میں ہیں۔

حدیث قسطنطنیہ: یزید کے عشاق اسے جنتی ثابت کرنے کے لیے چند الفاظ پر مشتمل ایک حدیث کا ٹکڑا ڈھونڈ لائے ہیں اور وہ حسب ذیل ہے:

اول جيش من امتي يغزون مدينة قيصر مغفور لهم (بخاری شریف ج ۱ ص ۴۱۰)

''میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر روم کے شہر میں جنگ کرے گا بخشا جائے گا''۔

یزیدیوں کے نزدیک یزید اس لشکر کا سالار تھا، جس نے سب سے پہلے قسطنطنیہ پر حملہ کیا۔ لہٰذا وہ یقیناً جنتی ہے۔ جواباً گزارش ہے کہ

(۱) اس حدیث کے راویوں میں پانچ شامی ہیں اور وہ سب علم اسماء الرجال کے مطابق محدثین کی نظر میں جھوٹے یا مجہول ہیں۔ تفصیل دیکھئے کتاب " کردار یزید " مصنفہ علامہ حکیم شفقات احمد صاحب جو اس موضوع پر بہترین تحقیقی کتاب ہے)

(۲). تقریباً اسی مضمون کی باقی سب حدیثیں جو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے ذریعے امت تک پہنچی ہیں، بشارت کے مضمون سے خالی ہیں اور سند و متن کے اعتبار سے زیادہ محفوظ بھی۔

(۳) شہر قیصر سے بعض نے "حمص" مراد لیا ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے وقت قیصر روم یہیں تھا۔

(۴) قسطنطنیہ پر بھی پہلا حملہ ۳۲ھ میں ہوا، جبکہ خلیفہ ثالث کا زمانہ تھا (اور یزید کی عمر اس وقت ۵ یا ۶ یا ۷ سال کی تھی کیونکہ اس کی پیدائش ۲۵ یا ۲۷ھ میں ہوئی)

(۵) یزید والے لشکر سے پہلے ابوداؤد شریف کی روایت کے مطابق حضرت عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید رضی اللہ عنہما بھی اس پر حملہ آور ہو چکے تھے۔

(۶) جس لشکر میں یزید شامل ہوا اس کی سرکردگی بھی حضرت سفیان بن عوف رضی اللہ عنہ فرما رہے تھے۔ وہ ۵۰ھ میں روانہ ہوئے اور یزید کو بعد میں ۵۱ھ میں یا ۵۲ھ میں جبراً بھیجا گیا)

(۷) جسے سزا کے طور پر جہاد میں بھیجا جائے وہ کسی ثواب و بشارت کا مستحق نہیں ہوتا۔

(۸) اگر یزید بشارت کا مستحق بھی ہو تو زیادہ سے زیادہ اس کے گزشتہ گناہ معاف ہوئے، جیسا کہ علم حدیث سے واقفیت رکھنے والوں سے مخفی نہیں۔

(۹) بعض کے نزدیک صرف حملہ کرنے والوں کے لیے یہ بشارت نہیں بلکہ شہر کو فتح کرنے والے اس کے مستحق ہیں۔ لہٰذا اگر یہ بشارت بھی ہے تو فتح کرنے والوں کے متعلق ہے اور وہ ہے سلطان محمد فاتح جس نے ۸۵۷ھ میں اسے فتح کیا۔

انصاف کی بات: حضرت امام حسین علیہ السلام کے فضائل میں اتنی حدیثیں ہیں کہ ہر محدث نے باقاعدہ باب باندھ کر انہیں خراج عقیدت پیش کیا ہے مگر یزیدیوں کو ان میں سے کوئی حدیث بھی پسند نہیں اور کسی حدیث پر ان کا ایمان نہیں حتیٰ کہ قرآن مقدس کی جن آیات کا تعلق توصیف اہل بیت سے ہے ان کی نظر سے اوجھل ہیں۔ یزید کا کردار جن احادیث میں صراحت سے آیا انہیں ان سے بھی سروکار نہیں اور محدثین و مورخین کی وہ محققانہ گواہیاں جو یزید کے ظلم و ستم کو بے نقاب کرتی ہیں انہیں متاثر نہیں کر سکیں۔ ان کی عمر بھر کی کمائی جس سے یزید کو جنت بنا ڈالیں، یہی بخاری شریف کے چند الفاظ ہیں جن سے ان کا مدعا ثابت نہیں ہوتا، مگر شور ہے کہ مچائے جاتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ گستاخی جب کسی طبیعت پر چھا جاتی ہے تو اس کے معیار ہی بدل جاتے ہیں۔ گستاخ کے لیے کوئی دلیل کارگر نہیں۔ آج کا دیوبندی مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کو حکیم الامت مانتا ہے، جامع المجددین کہتا ہے اور ان کی ان تمام گستاخانہ عبارات کو

کتاب وسنت کے مطابق ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے جس سے ایک جہان پریشان ہے مگر اسی دیوبندی کو کہہ دیں کہ مولانا موصوف نے نشر الطیب کے اولین باب میں نور محمدی کی حقانیت پر دلائل دیے ہیں تو وہ نہیں مانے گا۔اب تھانوی صاحب معتبر نہیں رہے۔ یہ کہا جائے کہ تھانوی نے احادیث سے مسئلہ نور ثابت کیا ہے تو بھی ان احادیث کا انکار روا رکھا جائے گا۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں کتب احادیث وتفاسیر میں سینکڑوں روایات ہیں مگر منکرین کو ان سے واسطہ نہیں مگر بخاری شریف کے چند الفاظ کو کس طرح حرز جاں بنائے ہوئے ہیں۔

آخر اس بات پر غور تو کریں کہ انہیں یزید کی بخشش سے اتنی دلچسپی کیوں ہے؟ حقیقت یہ ہے اس خبیث نے خانوادہ رسول کو ذبح کر کے ہر دشمن رسول کا دل ٹھنڈا کیا ہے اور چونکہ یہ دشمنان رسول ہیں لہٰذا یہ بھی خوش ہیں۔ان کے نزدیک ایمان گستاخی رسول کا نام ہے لہٰذا ان کا امیر المومنین وہی ہوتا جا ہے جو سب سے بڑا گستاخ رسول ہو اور یزید ایسا ہی تھا۔

آپ تحقیق کریں، سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے مدینہ، مکہ، راہ کربلا اور پھر کربلا میں بار بار یزید کے کردار پر تبصرہ کیا۔ کسی نے یزید کی صفائی پیش نہیں کی۔ بیعت پر تو مجبور کرنا چاہا مگر اسے صالح اور حق پرست نہ کہا۔ یہ حدیث اگر یزید کی فضیلت ثابت کر سکتی تو وہ خود یا اس کا بیٹا خالد، جو بظاہر بڑا عالم بھی تھا، اس کا حوالہ دیتا مگر اس وقت کہیں سے یزید کو جنتی کہنے کی صدا بلند نہیں ہوئی، حتی کہ یزیدی لشکر کا سالار عمرو بن سعد یہ جانتا تھا کہ حسین پاک رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں آنا دوزخ میں جانا ہے مگر حرص وہوس نے اسے قبول حق سے محروم رکھا۔ مگر پھر بھی دور حاضر کے یزیدی "مدعی سست گواہ چست" کے مطابق اسے وہاں گھسیٹ کر بھیجنا چاہتے ہیں جہاں کی بو تک اس کے جرم کی بنا پر اس سے بھی دور ہو گئی ہے کیونکہ

باغ جنت کے ہیں بہر مدح خوان اہل بیت — تم کو مژدہ نار کا اے دشمنان اہل بیت

ہر نعمت کا مالک خداوند کریم اپنے حبیب کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کے طفیل محبت اہل بیت کی نعمت عطا فرمائے اور یزیدیوں، شمریوں، ابن زیادیوں کی سوچ سے محفوظ رکھے۔ (آمین)۔

نبی رحمت

حضور صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم مہربان ہے اور رحم فرماتے ہیں

قد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤوف رحیم

بے شک تمہارے پاس برگزیدہ عظمت والے رسول تشریف لائے ہیں ان کو تمہارا مشقت میں پڑنا گراں گزرتا ہے تمہاری بھلائی کے بہت ہی خواہش مند ہیں ایمان والوں کے ساتھ بڑی مہربانی فرمانے والے اور بہت رحم کرنے والے ہیں

اللہ جل مجدہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ تمہاری طرف رسول آئے ہیں وہی مخاطبہ لجمیع العالم سارے جہاں کو خطاب ہے علامہ ذہبی نے زجاج سے نقل کیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب انسانوں کے رسول بن کر آئے ہیں رسول اور رسول پر تنوین ہے عظمت والے شریف و نفیس۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالی نے عظمت والا بنا کر بھیجا ہے لیکن تنوین ڈال کر وضاحت کردی اس کی عظمت اللہ تعالی کی بنائی ہوئی ہے۔ دنیادار ایک دوسرے کی بڑائی بیان کرتے ہیں لیکن وہ بڑائی کرنے والے عارضی ہیں تو بننے والے کی عظمت بھی عارضی ہے حضور صلی اللہ تعالی کی عظمت بنانے والا رب العلاء ہے حضور صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی عظمت دائمی ہے بلکہ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے ہیں عظمت کا چرچا ہے عالم ارواح میں انبیاء سے میثاق لیا کہ ان پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کھول کر بیان کی فرشتوں کے سامنے حضرت آدم علیہ السلام کی عظمت بیان کی جن کے صدقہ آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی۔ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی کتنی عظمت ہے اللہ تعالی اور فرشتے درود بھیجتے ہیں۔ میرے نبی کی کتنی بڑی عظمت ہے آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی امت مسلمہ کی عظمت ہے شب معراج کو خطبہ میں حضور صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ میں اپنی عظمت بیان کی پھر امامت کرائی کہ یہ عظمت ہے سب رسولوں کے امام میرے مصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ مدینہ کو آپ سے نسبت ہوئی تو مدینہ عظمت والا ہو گیا جس پر سواری کریں وہ عظمت والی ہو گئی اسی عظمت والے کے لیے براق اپنی سواری کے لیے ترس رہا ہے حضور صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ والی رات آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی ولادت جس شان سے ہوئی اس عظمت کو کوئی چھو نہیں سکتا۔ آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی عظمت سے ذہنوں کو علم مل گیا اندھیروں میں روشنی ہو گی کفر و شرک کی بجائے توحید کے دن ڈنکے بجنے لگے مظلوموں کی فریاد رسی ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کو جس نے جانا وہ جنت والے بن گئے حبشہ کے بلال کو موقع مل گیا ابو جہل نے عظمت کا انکار کیا وہ ذلیل و خوار ہوا حضور صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی جوانی عظمت والی ہے

فقط لبثت فیکم عمرا من قبله افلا تعقلون (یونس)

میں اس سے پہلے تمہارے درمیان عمر کا ایک حصہ گزار چکا ہوں کیا تم نہیں سمجھتے۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ سمجھ گئے تو مرتبہ صداقت پا گئے جو نہ سمجھا وہ لعنت۔ اعلان نبوت سے قبل چالیس سال کا عرصہ معمولی نہیں تو فرمایا کہ دیکھو میری صداقت، میری سچائی، میری راستبازی، میری امانت و دیانت ہر کمی سے پاک ہے تو کلام الٰہی کو قبول کرلو۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت دیکھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جوانی پر انگلی نہیں اٹھا سکتے ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ عظمت والا کہ خوشبو آتی ہے، لعاب دہن عظمت والا کہ شفا ہوتی ہے، کلام مقدس عظمت والا کہ ہدایت و رحمت ملتی ہے، نبوت و رسالت عظمت والی کہ سب کی طرف رسول بن کر آئے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گنبد خضرا میں عظمت والے ہیں، ستر ہزار فرشتے اترتے ہیں تو گناہ معاف ہوتے ہیں۔ دل کو ایک خاص کشش ملتی ہے۔ وہاں کی ہر شے عظمت والی ہے قیامت کو ایسی عظمت کہ مقام محمود پر فائز ہوں گے ۔ لوالحمد کے صاحب ہوں گے خوب شفاعت فرمائیں گے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایسے عظمت والے رسول ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا نہ کرنا ہوتا، کچھ بھی پیدا نہ ہوتا۔ آپ سب کے جمال سے روشن ہے حضور سرور کائنات رسول کے صدقہ اس جہاں میں فروغ وضیاء ہے ظاہر و باطن کی روشنی ہے تمام ملک وملکوت کہ مظاہر اسی کے مظہر ہیں اور تمام ظہور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نور کا مطلع ہیں۔

من انفسکم تمہارے نفوس قدسیہ میلاد کے ذکر سے یہی مراد ہوتا ہے۔ **من انفسکم** کی شرح کی جاتی ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور بارہ ربیع الاول کو ہوا بلکہ ایک طرح اللہ جل مجدہ خود احسان جتا رہا ہے اس عظمت والا رسول آیا ہے اللہ سبحانہ نے آگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات حسنہ کا ذکر جمیل فرمایا ہے ان خوبیوں وعظمت والا رسول آیا ہے

لقد من الله على المومنين

بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر احسان فرمایا ہے

اے مومنو دیکھو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کتنے کمالات عطا کر کے بھیجا ہے اور اور نسب میں بھی سب سے اعلیٰ ہے زمانہ جاہلیت سے بھی جس کے خاندان پر کوئی جگہ نہیں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

نمبر 32

اے مومنو دیکھو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کتنے کمالات عطا کر کے بھیجا ہے اور نسب میں بھی سب سے اعلیٰ ہے۔ زمانہ جاہلیت سے بھی جس کے خاندان پر کوئی دھا (؟) نہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

میرا سارا نسب بار بار نکاح رہا ہے دہی کسی سے صفاح زمانہ جاہیے تک برائی کا شعبہ نہیں نہیں۔ (ابن کثیر)

جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نجاشی اور مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کس طرح سے کہا کہ ہم میں ہماری قوم ہیں کا ایک رسول بھیجا ہے، جس کے نسب سے ہم واقف ہیں جس کی صفات جانتے ہیں جس کے اٹھنے بیٹھنے آنے جانے صدق و امانت کی باتوں سے آشنا ہیں احمد ابن کثیر

آدم علیہ السلام کے زمانے سے اب تک میرے آباؤ اجداد میں کوئی بغیر نکاح پیدا نہیں ہوا مجمع الزوائد ابن کثیر

عزيز عليه ما عنتم التوبه

یعنی امت پر کوئی تکلیف آئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر شاق گزرتی ہے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں کہ تم ہدایت یافتہ ہو جاؤ

آخرت کی سختیوں سے نجات مل جائے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت رحیمی میں دیکھیں کہ نماز تراویح با جماعت مسلسل ادا نہ فرمائی کہ فرض نہ ہو جائے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آسانی کی خاطر مسواک کو ہر نماز میں لازم قرار نہیں دیا کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خود طویل نماز ادا کرتے لیکن جماعت والی نماز مختصر مگر شاندار پڑھاتے اور طویل رکعت کرنے والے امام کو ہٹا دیا

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا شرعی اختیار دیکھیں کہ نماز با جماعت فرض ہو جاتی اختیار کو استعمال کرتے ہوئے عبادت میں بھی آسانی فرمائی اور جماعت کی نماز کو مختصر اس لئے رکھا گیا کہ بوڑھے اور بیمار ہوتے ہیں

عزیز علیه ان تدخلوا النار وحریص علیکم ان تدخلوا الجنة

کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ گراں گزرتا ہے کہ تم دوزخ میں گرو اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ چاہتے ہیں کہ تم سب جنت میں داخل ہو جاؤ

بالمؤمنین رؤف رحیم

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سب کے لئے مہربان اور رحمت ہیں

لیکن یہاں بالمومنین کا ذکر آیا ہے مومن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت سے وافر حصہ پایا کہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے ہو یا بیگانے غیر ہو یا رشتہ دار عرب والے ہو یا عجم والے چھوٹے ہوں یا بڑے رنگ کے کالے ہو جا گورے بے سہارا ہو یا بادشاہ غم کے مارے ہیں یا شادمان سب کے رسول بھی ہیں سب پر مہربان ہے تو جو آپ صلی اللہ ہو گیا اس پر رحمت کی حد نہیں۔ رؤف مبالغہ کا صیغہ ہے

الباغ فی الرافته والشفقته و قال الحسین بن فضل کم یجمع لاحد من الا نبینا اسمین من اسمائه الاللنبی محمد صلی الله تعالی علیه و آله وسلم

رؤف کا معنی ہے بے حد مہربانی اور شفقت فرمان والا۔ حسین بن فضل نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دو ناموں کو نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی میں جمع نہیں فرمایا ہے

اس سے پہلے آیت کریم میں ذکر ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر جب وحی نازل ہوتی تو منافق کسی بہانے بھاگ نکلتے صحابہ کرام اللہ تعالیٰ کا کلام سننے میں مستغرق ہوتے کہ دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہوتے تو منافق خاموشی سے کھسکنا شروع کر دیتے کہ کسی کو خبر نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی یہ اگر تمہاری بارگاہ سے منہ موڑتے ہیں تو ہم نے ان کے دلوں کو حق قبول کرنے سے دور کر دیا ہے

ثم انصرفوا صرف الله قلوبهم التوبه

پھر چلتے ہیں تو اللہ نے بھی ان کے دلوں کو ایک دیا اور یہ بے سمجھ ہیں اللہ تعالیٰ نے یہ آگے ذکر کیا ہے کہ وہ جو سراپا رحمت ہے تم دور بھاگ رہے ہو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمہیں چاہتے ہیں پھر خاص کر مومنوں پر مہربانی اور رحم کرنے کی حد نہیں۔ صحابہ کرام کہتے ہیں کہ

نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں اس قدر معلومات عامہ دی ہیں کہ آسمان میں اڑنے والا کوئی پرندہ نہیں ہے اس کے بارے میں بھی معلومات بخشی ہیں (ابن کثیر۔)

نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کے قریب کرنے والے اور دوزخ سے دور کرنے والی کوئی ذرا سی بات بھی ایسی باتیں نہ رہی جو میں نے تم کو نہ بتا دیں (ابنِ کثیر)

ایک عربی بارگاہ رسالت میں آیا اور آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم سے مالی مدد مانگی حضور صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے اسے کے مطابق ضرورت بہت عطا فرمایا اور پھر فرمایا تمہارا کام نکال دیا گیا ہے اور حسن سلوک کیا اس سے کہا کوئی احسان نہیں کیا۔ صحابہ غصے میں آئے کہ یہ بدتمیزی کر رہا ہے حضور صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو منع کیا اور اسے مزید عطا فرمایا۔ کہا اب خوش ہو تو برا سلوک تمہارے ساتھ اچھا رہا نہیں۔ پھر اعرابی نے کہا اللہ تعالی جزائے خیر عطا فرمائے حضور صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے اعرابی کو فرمایا کہ صحابہ کے سامنے یہی کلمات دھراؤ تا کہ ان کی خلش دور ہو جائے۔ کم جانتے ہو تمہیں بھلا کر مزید عطا فرمایا ہے اس نے کہا ہاں میں صحابہ کے سامنے یہ کلمات دہراتا ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال ایسی ہے کہ وہ لے جائیں اور میں اس انداز سے خوب واقف ہو تو چارہ لیا اسے بلایا چارہ وگھاس کھلا کر پکڑ لیا اور اس پر پالان ڈال دیا۔ اگر اگر اس کی بدتمیزی پر میں ناراض ہو جاتا تو وہ دوزخی ہو جاتا (ابنِ کثیر)

یہ حدیث اگر چہ ضعیف ہے لیکن حضور صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت کے بارے میں ہے اور اللہ تعالی صفت رؤف ورحیم کا ذکر کر رہا ہے بس آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی بعثت روف رحیم کی بلندیوں کو کون احاطہ تحریر میں لا سکتا ہے

ان تعذبھم فانھم عبادک و ان تغفرلھم فانک انت العزیز الحکیم المائدہ

اگر آپ ان کو سزا دیں تو آپ کے بندے ہیں اور اگر معاف کر دیں تو آپ زبردست ہیں حکمت والے ہیں

قیامت کو اللہ تعالی فرمائے گا کہ کیا ہے ایسا ابن مریم تم نے انہیں علی بنانے کا کہا تو عیسی علیہ السلام کا انکار فرمائیں گے اور کہیں گے تو دل کی حالت جانتا ہے اب جو انہوں نے تیرے علاوہ کوئی معبود بنا کر سر کیا تیری مرضی انہیں عذاب دے یا بخش دے

ان تعذبھم فانھم عبادک و ان تغفرلھم فانک انت العزیز الحکیم المائدہ

یہ آیت ایک ساری رات حضور صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم پڑھتے رہے حق کے رکوع اور سجدے میں یہی آیت تلاوت فرمائے صبح کو اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا میں رب عزوجل سے شفاعت امت کے لئے سوال کرتا رہا ہوں چنانچہ شرک کے سوا سب کو بخشنے کا اس نے وعدہ فرمایا (ابن کثیر)

حضور صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے عشا کی نماز پڑھائی پھر لوگ الگ نماز پڑھنے لگے تو حضور صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے کن پر آئے جب دیکھا وہ چلے گئے تو حضور صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم اپنے مصلی پر آئے اور نماز پڑھنے لگ گئے گئے ابوذر کہتے ہیں میں نے پیچھے آ کر نماز پڑھنا شروع کی تو مجھے اشارہ فرمایا میں سیدھی طرف ہو گیا یا پھر ابن مسعود آئے ہمارے پیچھے کھڑے ہو گئے گئے تو آپ صلی اللہ تعالی

علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بائیں طرف کھڑے ہونے کا اشارہ فرمایا کیا تینوں الگ الگ نماز پڑھنے لگے حضور صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے ایک آیت ان تعذبھم پڑھتے ساری رات گزار دی تو صبح میں نے ابن مسعود سے کہاہاں اور رات بھر ایک ہی آیت تلاوت فرمائی اس کا سبب پوچھیں اچھی تو ابن مسعود نے کہا میں نہیں پوچھوں گا ابوذر کہتے ہیں آخر میں نے جرات کر کے پوچھا کہا کہ میرے ماں باپ آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم پر قربان سارا قرآن آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے سینے میں ہے لیکن آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم قرآن کی صرف ایک آیت ہی کیوں پڑھتے رہے ہیں ہیں ہم ایسا کرتے تو ہم پر اعتراض کیا جاتا تو آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ عزوجل سے اپنی امت کے لئے دعا کر رہا تھا میں نے پوچھا کیا جواب ملا ہے جواب فرمایا کہ جس بات کا مجھ سے وعدہ کیا گیا ہے اگر تم مجھ کو سن پاؤں تو اکثر نماز پڑھنا ہی چھوڑ دو گے اور اللہ تعالی کی رحمت کا بہانا لے لو گے میں نے کہا کیا لوگو کو اس کی خوشخبری سنا دو فرمایا یہاں پہنچا دو میں کچھ ٹوٹ گیا کہ عمر کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم اگر لوگوں کو یہ بات پہنچا دی گئی تو لوگ عبادت ہی چھوڑ بیٹھیں گے تو آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے مجھے واپس بلا لیا وہ آیت یہ تھی

حضور صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم حضرت عیسی علیہ السلام کے مذکورہ فورٹ کی تلاوت فرما رہے ہیں اور پھر ہاتھ اٹھائے فرمایا اللھم امتی اے میرے رب میری امت اور زار و زار رو رہے تھے اللہ تعالی نے جبریل علیہ السلام کو بھیجا جا جبریل علیہ السلام نے اکا رونے کی وجہ پوچھی اچھا آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے جو جواب جبرئیل کو دینا تھا دیا تو اللہ تعالی نے فرمایا آیا ہے جبریل محمد صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم سے جا کر ہو ہم تمہیں امت کے بارے راضی کریں گے اور دل نہیں دکھائیں گے

اعلیٰ دماغ اور غنی مزاج رہنما کی ضرورت

صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لیڈری کا شوق پالنے کو تو ہمارے ہاں ہر دوسرا آدمی تیار ہے بالخصوص جاگیردار طبقہ اور نو دولتئے اس کے لئے ہر وقت کمر بستہ رہتے ہیں اس لئے کہ روٹی روزگار کے غم سے وہ آزاد ہوتے ہیں، انہیں کسی شغل کی تلاش ہوتی ہے سو وہ قوم کے لیڈر بن جاتے ہیں اور اسی قماش کی لیڈر شپ نے ملک کو الٹے پاؤں سفر کرنے پر مجبور کر رکھا ہے، قائداعظم علیہ الرحمہ کے بعد کوئی شخص ایسا نہ اٹھا جو سیاسی میدان میں معجزہ کر دکھاتا، قدرت نے قائداعظم علیہ الرحمہ کو دماغ اعلیٰ اور مزاج غنی دے رکھا تھا۔ جب کسی نے علامہ اقبال علیہ الرحمہ سے پوچھا کہ آخر قیادت کے ضمن میں آپ کی نگاہ انتخاب محمد علی جناح کی طرف کیوں اٹھی؟ تو انہوں نے دو حرفی مگر بہت خوبصورت اور جامع جواب دیا تھا، انہوں نے کہا کہ یہ شخص دو خوبیاں رکھتا ہے ایک یہ کہ یہ شخص Un Parchase Able (نا قابل خرید) ہے اور دوسرے (In Corrupt Able) (آلودہ نہ ہونے والا) ہے، اور یہ دو صفات اعلیٰ انسانی اخلاق اور بلند پایہ قیادت کی دلیل اور مظہر ہیں۔ کچھ اچھے لوگ اگر میدان سیاست میں آئے بھی تو لوگوں کی نگاہوں نے انہیں ابھرنے نہ دیا، اس لئے کہ ہم زر اور زور کی سیاست کے خوگر ہو چکے ہیں، علم و فضل اور اخلاق و کردار ثانوی حیثیت رکھتے ہیں، آج پوری قوم اپنے طرز عمل اور لیڈروں کی فرد عمل کا خمیازہ بھگت رہی ہے۔ ظاہر ہے جو شخص کروڑ پتی ہو اور سیاست میں آئے یا سیاست میں آنے کے بعد کروڑ پتی بن جائے وہ کروڑوں کے "مرودڑ" سے کب نجات پا سکے گا؟

لیڈر بنے میں کشش تو بات ہے زندہ باد کے نعروں کی گونج کس کو مدہوش نہیں کرتی، نشتر پارک اور موچی گیٹ کے جلسے کس کا دل نہیں لبھاتے، ہوائی اڈوں پر کارکنوں کا ہجوم کس کو نہیں بھاتا۔ جہازی حجم کے پوسٹر اور قد آدم پورٹریٹ کس کو مخمور نہیں کرتے، اخبارات میں آٹھ کالمی انٹرویو کس کی چٹکیاں نہیں لیتے اور ٹی وی سکرین پر رنگین تصویریں کس کے سینے میں ہلچل نہیں مچاتی۔ مگر یہ سب کھلونے ہیں جو اس سے دل بہلائے اور خوش ہو جائے وہ ابھی بچہ ہے لیڈر نہیں، یہ باتیں بہت دلفریب ہیں پھر بھی۔

نماز عشق میں گو دل کشی بہت ہے مگر — جگر کا گرم لہو چاہئے وضو کے لئے

لیڈر کو اعلیٰ دماغ اور غنی مزاج ہونا چاہئے، اعلیٰ دماغی انسان کو وژن عطا کرتی ہے اور غنی مزاج لیڈر کو اس کی ذات، خاندان کے مفاد اور ہوس مال و جاہ سے اوپر اٹھا دیتی ہے۔ جو لوگ تاریخ میں امر ہوئے ہیں، رشوت اور سفارش کی بنیاد پر نہیں اہلیت اور کڑی آزمائش کے زور پر ہوئے ہیں ورنہ تاریخ کے سفر میں کسی کو گرد کی طرح بیٹھے، بتاشے کی طرح پگھلنے، دھوئیں کی طرح اڑنے، بلبلے کی طرح پھٹنے، ہوا کے جھونکے کی طرح گزرنے اور پانی کی لکیر کی طرح مٹنے میں کتنی دیر لگتی ہے؟

ہمارے ہاں اکثر و بیشتر لیڈر اپنی تصویر دیکھ کر اور چوکھٹے میں چھپی اپنی خبر پڑھ کر خوش ہونے والے ہیں، یہ چیزیں ان کے لئے

آکسیجن کا کام دیتی ہیں۔ کمال تو ان لوگوں کا ہے، جن کے زمانے میں نہ اخبار تھے نہ ریڈیو تھے، نہ ٹی وی نہ فیکس نہ انٹرنیٹ، نہ ہوائی جہاز نہ ٹیلی فون اور نہ اخبار مگر سینۂ ہستی پر نقش اور لوح جہاں پر رقم ہو کر رہ گئے ہیں۔ وہ حرف مکرر نہیں تھے کہ مٹا دیئے جاتے بلکہ ہمیشہ قند مکرر بن کر رہ گئے جن کی یاد سے زمانہ بار بار لطف لیتا ہے۔

اوروں کو چھوڑیئے ایک عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لے لیجئے، ابن خطاب کو تاریخ کس کس القاب سے یاد نہیں کرتی، ان کا عدل ایک مثال بنا، حق و باطل میں واضح فرق ان کا مزاج ٹھہرا، شجاعت ان کی فضیلت اور غیرت ان کی سیرت قرار پائی، وہ چہرے کے میک اپ اور کپڑوں کے انتخاب میں ہر وقت الجھے رہنے والے نہیں تھے، نہ ہی صوفوں اور قالینوں کی رنگت اور بنت میں انہیں استغراق تھا، وہ ماضی میں اپنے اونٹ چرانے کے ذکر پر شرماتے نہیں بلکہ فخر کرتے تھے، بیت المال کا اونٹ گم ہو جاتا تو اسے بنفس نفیس ڈھونڈنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے تھے، پیوند لگا کرتا پہن کر وہ کسی احساس کمتری میں مبتلا نہیں ہوتے تھے، کسی بیوہ کے گھر چولہا جلاتے ہوئے راکھ سے ان کی داڑھی اٹ جاتی تھی تو کسمساتے نہیں تھے، غلام اونٹ پر سوار ہوا اور وہ مہار پکڑے پیدل چل رہے ہوتے تھے تو دبدبۂ فاروقی میں کوئی فرق نہیں سمجھتے تھے، رات کو اکیلے گشت پر نکل کھڑے ہوتے تو ان کی امارت خطرت میں نہیں پڑ جاتی تھی، ہمارے یہاں کا کم و بیش ہر لیڈر نمود و نمائش، آسائش و آرائش اور طعام و رہائش کے تار عنکبوت کو توڑنے کی جرأت نہیں کر رہا جو ایک ہلکی سی پھونک بھی نہیں سہہ سکتا، وہ جو کسی نے شاعرانہ رنگ میں کہا ہے۔

ترک تعلقات کو اک لمحہ چاہیئے   لیکن تمام عمر یہی سوچنا پڑا

ہمارے لیڈروں نے لمحوں کے سفر کو صدیوں کا سفر بن کر قوم کے لئے بہت بوجھل کر دیا ہے، اعلیٰ دماغ اور غنی مزاج ایک لمحے میں صدیوں کو اپنی مٹھی میں کر لیتا ہے اور تھڑ دلے لوگ لمحوں کو پھیلا کر صدیوں میں بکھیر دیتے ہیں، پھر ان کو سمیٹنے میں عمریں لگ جاتی ہیں پھر بھی کچھ ہاتھ نہیں آتا، ویسے تو پوری کی پوری ملت اسلامیہ اس بات میں تہی دامن ہے کہ کوئی اونچا، بڑا اور کھرا رہنما اسے میسر نہیں، اگر ہوتا تو یہ بونے کب کے کونے سنبھال چکے ہوتے اور کون انہیں لیڈر ہونے دیتا، لیکن پاکستان تو ایڑیاں اٹھا اٹھا کر اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر کسی ایسے شخص کو دیکھ رہا ہے جو اپنی ذات کی چاہت، اولاد کے مستقبل کی ضمانت، مال و زر کی وسعت اور اقتدار کی شان و شوکت سے بالاتر ہو کر رہنمائی کا فریضہ انجام دے کوئی تو ایسا راہنما ہو جو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح اقتدار سنبھالنے کے دوسرے دن کپڑے کا تھان کندھے پر اٹھا کر بازار نکل کھڑا ہو کہ حکومت تو کروں گا لیکن اپنی روزی آپ کماؤں گا کوئی تو ہو جو فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح بدو کی طرف سے کپڑے کا حساب مانگنے پر خدا کا شکر ادا کرے کہ جب تک ایسے لوگ موجود ہیں عمر راہ حق سے نہیں بھٹک سکتا، کوئی تو ہو جو عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح اپنی ذات کو امت میں تفرقے کا باعث نہ بننے دے اور واضح طور پر کہے میری جان جاتی ہے تو جائے امت کی رائے کو منقسم نہیں ہونا چاہے، کوئی تو ہو جو علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح اپنے قاتل کو دودھ کا پیالہ پیش کرنے کا اپنے اندر حوصلہ رکھتا ہو اور کوئی تو ہو جو امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح اقتدار کو امت کے مفاد کے لئے قربان کرنے کی جرأت رکھتا ہو، بڑے نام کے لئے اونچا مزاج اور بڑے کام کے لئے اعلیٰ دماغ درکار ہے اور بدقسمتی سے بازار قیادت میں یہی جنس نایاب ہے۔

نکاح کی سنت اورجدید سائنسی تحقیق

علامہ شہزاد ترابی صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نکاح کرنا سرکاردوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔

حدیث شریف: حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکاردوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے نوجوانو! تم میں سے جو شخص نفقہ اور مہر کی طاقت رکھتا ہو، اسے نکاح کر لینا چاہئے کیونکہ نکاح نگاہ کو بہت روکنے والا ہے اور شرم گاہ کو محفوظ رکھنے والا ہے اور تم میں سے جو شخص اس کی طاقت نہ رکھے، اس کو چاہئے کہ وہ روزہ رکھے اس لئے کہ روزہ شہوت کو ختم کرتا ہے۔ (مسلم شریف جلد دوم (مترجم، کتاب النکاح، حدیث نمبر 3294، صفحہ نمبر 288، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

☆ ڈاکٹر واچرلوبک کے انکشافات: ڈاکٹر واچرلوبک سڈنی کے عظیم معالج ہیں۔ انہوں نے ایک انٹرویو میں اس بات کی وضاحت کی ہے کہ اگر بلوغت کے بعد شادی میں دیر کی جائے تو جسمانی جنسی ہارموز کی طبعی کیفیت ختم ہو جاتی ہے اور وہ آہستہ آہستہ زوال کی طرف ہو جاتے ہیں۔ غدہ فوق الکیہ (Adrend Glands) کی رطوبت میں کمی واقع ہو کر جسمانی ہیجان میں پہلے سے زیادہ اور آہستہ آہستہ کمی واقع ہو جاتی ہے۔

بلوغت کے بعد شادی نہ ہونے کی وجہ سے معاشرتی برائیاں پھیلنے کے خطرات بڑھتے ہیں۔ اگر شادی ہو بھی جائے تو پھر بھی وہ برائیوں کی عادت ختم نہیں ہوتی۔ یہ معاشرہ روز بروز خراب ہوتا جارہا ہے۔

اس وقت معاشرتی برائیوں کی بنیادی وجہ نوجوان نسل میں جذباتی اور جنسی رجحان ہے اور شادی اس رجحان پر قابو پانے کا بہترین نسخہ ہے لیکن رواج اور فیشن کی زندگی نے شادی کو مشکل اور زنا کو آسان بنادیا ہے۔ پورا یورپ جنسی اسکینڈلوں میں مبتلا ہے۔ یورپ کے صدر، وزیراعظم سے لے کر ہر آخر آدمی جنسی گمراہی میں مبتلا نظر آتا ہے۔ اسلام ایک سچا مذہب ہے۔ اس کی ہر ایک شق راہ مستقیم ہے، نہ کہ راہ ضلالت؟ والدین کو چاہئے کہ وہ بالغ ہوتے ہی اپنی اولاد کی شادی کر دیں تا کہ وہ برائیوں کی طرف نہ جائیں۔

☆ آبادی کی روک تھام کی مذمت اور جدید تحقیق

حدیث شریف: ابوداؤد، نسائی وحاکم میں معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص سرکاردوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی۔ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! میں نے عزت ومال ومنصب ایک عورت میں پائے مگر اس کے بچہ نہیں ہوتا۔ کیا میں اس سے نکاح کرلوں؟ سرکاردوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا۔ پھر دوبارہ حاضر کر عرض کیا: حضور اکرم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا: تیسری مرتبہ حاضر ہو کر پھر عرض کی، ارشاد فرمایا: ایسی عورت سے نکاح کرو جو محبت کرنیوالی بچہ جننے والی ہو کہ میں تمہارے ساتھ اور (دوسری) امتوں پر کثرت ظاہر کرنے والا ہوں گا۔ (ابوداؤد (مترجم) جلد دوم، کتاب النکاح، صفحہ نمبر 112، حدیث نمبر 282، مطبوعہ فرید بک لاہور)

☆ جدید تحقیق: ہماری تمام طاقتیں اس پر استعمال ہو رہی ہیں کہ نسلوں کو کم کیا جائے اور الٹے سیدھے اشتہارات شائع کئے جاتے ہیں کہ آبادی میں کمی کی جائے حالانکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نعمت ہے جس کو کوئی نہیں روک سکتا مگر افسوس کہ الٹی سیدھی دوائیاں کھلا کر عورتوں کو ان کی نسلوں کو بانجھ کیا جا رہا ہے۔ مشاہدات اور تجربات کے مطابق جو خواتین بچوں کو کم کرنے کے لئے ادویات استعمال کرتی ہیں، ان کی صورت حال کچھ یوں ہوتی ہے۔

ایک گائناکولوجسٹ میڈی کیون (میکسیکو امریکہ یونیورسٹی کی چیف) نے خواتین کو انتباہ کیا ہے کہ خبردار اگر بچے کم کرنے کے لئے ادویات کا سہارا لیا تو بے شمار بیماریاں تمہارا دامن تھام لیں گی پھر یہی نہیں کہ تم مسلسل بیمار ہو جاؤ گی بلکہ کینسر کا خطرہ تمہارے سروں پر منڈلاتا رہے گا۔ عالمی ادارہ صحت WHO نے خواتین کے بریسٹ کینسر اور انجائنا کے اسباب میں ان ادویات کے استعمال کو دخل ہے۔ رپورٹ کے مطابق جو خواتین ایسی ادویات مسلسل استعمال کرتی رہیں گی وہ کسی نہ کسی وقت کینسر میں مبتلا ہو سکتی ہیں۔ اس میں بے ہوشی کے دورے غصہ جیسے مرض ہو سکتے ہیں۔ یہ بالکل بے معنی ہے۔ اس سے بچنا چاہئے کیونکہ کوئی عقلمند ذہن اس قسم کی ادویات کے استعمال کی اجازت نہیں دیتا۔ اس کے علاوہ ٹی وی پر چابی والی گولیاں اور سبز ستارہ وغیرہ کے اشتہارات دیئے جاتے ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ بہت بے پردگی کی بات ہے کیونکہ حدیث میں اس کی ممانعت ہے کہ عورت عورت کے لئے بھی پردہ ہے جبکہ اس الٹے سیدھے کام میں بہت بے پردگی ہے۔ ہمارے لئے حدیث شریف پر عمل کرنا زیادہ درست ہے، نہ کہ سبز ستارہ والوں کی بات پر اور پھر میڈیا بھی اس کام کو بڑھ چڑھ کر پیش کرتا ہے۔ یہ لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ آنے والا بچہ اپنا رزق خود لے کر آتا ہے اپنے پروردگار کی طرف سے۔

☆ زنا کی آفت اور سائنسی تحقیق: نکاح ایک واحد علاج ہے جو انسان کو شہوانی وسوسوں اور شہوت پرستی سے بچالیتا ہے۔ اگر والدین اولاد کو صحیح تربیت نہ دیں اور اس کا علاج بالغ ہونے کے بعد جلد از جلد نہ کریں تو پھر انسان دو بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ پہلی بیماری وہ زنا کا عادی ہو جاتا ہے یا پھر وہ اپنی جوانی اپنے ہاتھوں سے ضائع کر دیتا ہے۔ ان دونوں بیماریوں کو بہت خطرناک کہا گیا ہے۔

زناکاری ایک سخت گناہ ہے اور یہ وہ بیماری ہے جس میں ہزاروں لوگ مبتلا ہیں۔ سب سے زیادہ یہ بیماری یورپی ممالک میں پائی جاتی ہے۔ ان کے نزدیک یہ کوئی عیب نہیں سمجھا جاتا۔ مسلمانوں کو اسلام نے اس بیماری کی طرف جانے سے منع فرمایا ہے کیونکہ اس سے آخرت کا ہی نہیں بلکہ دنیاوی نقصان بھی بہت زیادہ ہے جو کہ زناکار اپنی زندگی میں دیکھتا ہے۔ زنا کی نحوستیں زناکار پر ہمیشہ رہتی ہیں جسے زناکار خود بھی محسوس کرتا ہے۔

حدیث شریف: نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: ہر ابن آدم کے لئے زنا سے حصہ ہے۔ آنکھیں زنا کرتی ہیں اور ان کا زنا

(شہوت کے ساتھ) دیکھنا ہے، ہاتھ زنا کرتے ہیں اوران کا زنا (حرام کو چھونا) ہے، پاؤں زنا کرتے ہیں اوران کا زنا چلنا ہے۔ مونہہ زنا کرتا ہے اس کا زنا بوسہ لینا ہے، دل ارادہ اور تمنا کرتا ہے اور شرمگاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے (مسلم شریف،،حدیث نمبر 2657)

☆یورپ میں زنا کی تباہ کاریاں اور بربادیاں:

امریکہ: جج بن لنڈ سے جس کو ڈنور کی عدالت جرائم اطفال میں صدر ہونے کی حیثیت سے امریکہ کے نوجوانوں کے اخلاقی حالات سے واقف ہونے کا بہت زیادہ موقع ملا ہے۔ اپنی کتاب (Rovolt of Modern Youth) میں لکھتا ہے کہ امریکہ میں بچے قبل از وقت بالغ ہونے لگے ہیں اور کچی عمر میں ان کے اندر منفی احساسات پیدا ہوجاتے ہیں۔ اس نے نمونے کے طور پر 312 لڑکیوں کے حالات کی تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ ان میں 256 ایسی تھیں جو کہ گیارہ اور تیرہ برس کی درمیانی عمر میں بالغ ہو چکی تھیں اوران کے اندر ایسی منفی خواہشات اور جسمانی مطالبات کے آثار پائے جاتے ہیں (جو کہ ایک 18 برس اور اس سے بھی زیادہ عمر کی لڑکی میں ہونا چاہئے) ڈاکٹر اسٹھ ہو کر اپنی کتاب کے صفحہ نمبر 82 تا 86 میں لکھتی ہیں: نہایت مہذب اور دولت مند طبقوں میں یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے کہ سات آٹھ برس کی لڑکیاں اپنے ہم عمر لڑکوں سے عشق ومحبت کے تعلقات رکھتی ہیں جس کے باعث بسا اوقات زنا ہو جاتا ہے۔

دیکھا کہ سب سے پہلے یہ بیماری شہوت سے دیکھنے اور چھونے سے پیدا ہوتی ہے جس کی صداقت کی گواہی سائنس نے بھی دی کہ اگر ہم اس بیماری کو قریب ہی نہ آنے دیں، مطلب یہ کہ شہوت کے ساتھ دیکھنا اور چھونا چھوڑ دیں تاکہ زنا کاری کی نوبت نہ پہنچے۔

☆برباد جوانی اور جدید سائنسی انکشافات

حدیث شریف: جلق لگانے والے (مشت زنی کرنے والے) پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے (کشف الخفاء، حرف النون جلد 2، ص 291)

☆ جدید تحقیق: موجودہ سائنس اور ڈاکٹری رپورٹ بھی کہتی ہے کہ اپنے ہاتھوں سے جوانی ضائع کرنا یعنی منی نکالنا بے شمار بیماریوں کو جنم دیتا ہے جن کا ذکر درج ذیل ہے۔

۱۔ تھوڑا کام کرنے کے بعد تھکاوٹ زیادہ محسوس ہوتی ہے۔
۲۔ وزنی چیز اٹھانے سے قطرہ نکلنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔
۳۔ انسان شادی کے قابل نہیں رہتا۔
۴۔ صبح اٹھنے کے بعد جسم ٹوٹنا شروع ہوجاتا ہے۔
۵۔ جسم پھولنا شروع ہوجاتا ہے۔
۶۔ چہرے سے رونق ختم ہوجاتی ہے۔
۷۔ کمزوری اور غم بڑھ جاتا ہے۔
۸۔ قوت حافظہ میں کمی واقع ہوجاتی ہے۔
۹۔ بات بات پر غصہ آتا ہے۔
۱۰۔ انسان چڑچڑا ہوجاتا ہے۔

اس کے علاوہ کئی بیماریاں ہیں جن کی موجودہ میڈیکل رپورٹ نے تصدیق کی ہے مگر افسوس کہ آج نوجوان اس بیماری میں کثرت سے مبتلا ہیں۔ اس کی وجہ گندے لڑیچر اور فلمیں دیکھنا اور انٹرنیٹ پر گندی تصاویر دیکھنا ہے۔ ہمیں اس بیماری سے بھی بچنا چاہئے۔

☆فلمیں دیکھنے کی لعنت اور سائنسی انکشافات:

حدیث شریف: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: ہر ابن آدم کے لئے زنا سے حصہ ہے۔ آنکھیں زنا کرتی ہیں اوران کا زنا (حرام) دیکھنا ہے۔ ہاتھ زنا کرتے ہیں اوران کا زنا پکڑنا (حرام کو چھونا) ہے۔ پاؤں زنا کرتے اوران کا زنا چلنا ہے، مونہہ زنا کرتا ہے اور اس کا زنا بوسہ لینا ہے۔ دل ارادہ اور تمنا کرتا ہے اور شرمگاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے (مسلم شریف، کتاب القدر حدیث نمبر 2657)

☆ فلموں کے نقصانات اور جدید انکشافات: فلمیں دیکھنا بھی ایک نشہ ہے اس کے دیکھنے والے ہر عمر کے افراد ہیں۔ آٹھ سال کی عمر کے بچے سے لے کر ساٹھ سال کے بوڑھے مرد اور خواتین بھی ہیں۔ پاکستان میں لڑکیاں نسبتاً کم اور لڑکے زیادہ ہیں۔ اس بیماری میں مبتلا پندرہ سال سے پینتالیس سال عمر والے زیادہ لوگ ہیں۔ سوسائٹی کا بہت بڑا حصہ اس بیماری سے متاثر ہو رہا ہے۔ اس بیماری نے انسان کو خراب کیا ہوا ہے اور اس سے ہمارے بچوں پر اچھا اثر نہیں پڑتا۔ ہماری لڑکیاں گھروں سے بھاگ جاتی ہیں۔ نوجوان غلط کاموں میں مبتلا ہیں۔ ذہنیت گندی ہوتی جا رہی ہے۔ معاشرے میں اس کے بہت گندے نتائج برآمد ہو رہے ہیں۔ انگریز جو تباہی سو سالوں میں نہ مچا سکا، اس نے وہ تباہی میڈیا کے ذریعہ پندرہ سالوں میں مچا دی۔ ہماری نوجوان نسل پر اس کا بہت برا اثر پڑتا ہے۔ ان کی زبانوں پر گانے اور گالیاں ہیں۔ یہ والدین کا فرض ہے کہ وہ اپنی اولاد کو ان کاموں سے روکیں، ٹی وی، ڈش، انٹینا، انٹرنیٹ اور کیبل بالکل نہ رکھیں کیونکہ یہ فساد کی جڑیں ہیں۔ ہماری اولاد والدین سے بغاوت کر دیتی ہیں۔ اولاد والدین پر ہاتھ اٹھاتی ہے اوران کی عزت کا پاس نہیں رکھتی۔

کتنی شرم کی بات ہے کہ ماؤں، بہنوں اور بہو کے ساتھ بیٹھ کر مرد گندی فلمیں دیکھتے ہیں۔ جس میں الٹے سیدھے ناچ گانے اور بے ہودہ کپڑوں میں ملبوس عورتیں ڈانس کرتی ہیں اور ہم سب مل کر اسے دیکھتے ہیں۔ یہ سب بیماریاں اور پریشانیاں اسی کی وجہ سے ہیں یہ سب اسی کی نحوست کا نتیجہ ہے۔

☆ جماہی کو روکنا اور جدید سائنسی تحقیق

حدیث شریف: حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص جماہی لے تو اس کو چاہئے کہ اپنا ہاتھ اپنے مونہہ پر رکھ لے کیونکہ کھلے منہ میں شیطان گھس جاتا ہے (مسلم شریف، جلد سوم (مترجم) کتاب الزہد حدیث نمبر 7452، صفحہ نمبر 728، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

☆ جدید سائنسی تحقیق: جماہی آتے وقت تمام جسم کے جوڑ کھل جاتے ہیں اور ہاتھ مونہہ پر رکھنے سے وہ مقدار سے زیادہ نہیں کھلتے۔ اگر وہ زیادہ کھل جائیں تو جوڑ جدا ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔ جماہی لیتے ہوئے چونکہ انسان گہرا سانس لیتا ہے تو اس لئے ہوا میں گرد وغبار اٹک جاتے ہیں اگر یہی جراثیم اندر چلے جائیں تو صحت اور توانائی کو نقصان دیتے ہیں۔ جماہی میں الٹا ہاتھ اس لئے استعمال کرتے ہیں کہ وہ جراثیم الٹے ہاتھ کو لگ جائیں گے اگر اسی کام کے لئے سیدھا ہاتھ استعمال کیا جاتا تو چونکہ سیدھا ہاتھ کھانے کے لئے استعمال ہوتا ہے اور جماہی لیتے وقت اس کو جراثیم لگ جاتے اور یہی جراثیم کھانے کے ذریعہ جسم میں مرض اور بیماریوں کا باعث بنتے ہیں۔ جماہی سستی، کسل مندی اور خماری کی علامت ہے۔

ایمان کی بنیاد ناموس مصطفیٰ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم

راجا رشید محمود

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضور سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے جتنے بھی انبیاء کرام مبعوث ہوئے، تاریخ شاہد ہے کہ ان کے ماننے والوں نے جانثاری اور جاں سپاری کے ایسے مظاہر پیش نہیں کیے جو حضور ختمی مرتبت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چاہنے والوں نے دنیا کو دکھائے۔ وہ نفوس قدسیہ بھی جنہوں نے ایمان کی آنکھوں سے اپنے آقا و مولا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی زیارت کی، سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عزت و ناموس پر سختیاں اٹھاتے، صعوبتیں جھیلتے اور جانیں نچھاور کرتے رہے۔ یہ بھی ہوا کہ کفار نے انہیں آقا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سایہ رحمت سے نکالنا چاہا۔ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے محبت تج دینے کے مشورے دیئے، ان کے دامن کرم سے علیحدہ کرنے کی کوشش کی، لیکن وابستگان در مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی صورت بھی اس محرومی کو گوارا نہ کیا۔ دشمنان دین نے انہیں تکلیفیں پہنچائیں، انہیں شہید بھی کر دیا تو چشم فلک نے دیکھا کہ تعداد میں تا دم آخر ان کی زبان ذکر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں لال تھیں اور ان کے ہونٹ مدح مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں مصروف رہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنی جانیں بھی دے دیں کہ انہیں دامن سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے ناوابستگی کے عالم میں ایک ایک لمحہ حرام تھا انہوں نے ایسے بدبختوں کی جانیں لیں بھی جن سے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کا ارتکاب ہوا۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جماعت تو وہ جماعت ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے اپنے راضی ہونے کا اعلان فرمایا اور ان کے اللہ سے راضی ہونے کی خبر سنائی، لیکن عزت و ناموس سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر جان دینے کی یہ رسم ان کے بعد بھی ہر دور کے اہل ایمان نے زندہ رکھی۔ حتیٰ کہ آج کے دور پرفتن میں بھی جانثاران مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی کمی نہیں۔ مولانا ظفر علی خان علیہ الرحمہ نے کہا تھا

نماز اچھی حج اچھا روزہ اچھا زکوۃ اچھی — مگر میں باوجود اس کے مسلماں ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ یثرب کی عزت پر — خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

صابر گیلانی نے کیا خوب کہا:

ہم اپنے دین پر جان اپنی وار سکتے ہیں — ہمارے دین کا مطلب ہے آبرو رسول

چنانچہ اسلامیوں کی پوری تاریخ شاہد ہے کہ جب کسی بدبخت نے محسن عالم حضور رسول انام صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی شان میں

کوئی گستاخی کی کسی غازی نے اپنا فرض نبھا دیا۔ جہاں کسی بد بخت کو حرام کی موت مرنا پسند آیا، اس نے محسن کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں کوئی نامناسب اور نازیبا لفظ کہنے کی جسارت کی اور اس کا نتیجہ بھگت لیا۔

ایک تو یہ ہمارے لیے جذباتی مسئلہ ہے کہ جس ہستی نے ہمیں سچائی کی راہ دکھائی، ہمیں ہمارے معبود حقیقی کے در پر جھکایا، ہماری دنیوی اور اخروی بہتری کے لئے بہت کچھ کیا، ہمیں بھی سمجھایا اور خالق و مالک حقیقی جل شانہ سے ہمیں بہت سی مراعات بھی لے کر دیں، اس ہستی کی عظمت سے فرو تر بات ہم کیسے برداشت کرلیں۔ کوئی بد بخت ہمارے آقا و مولا حضور رسول کریم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کی شان میں کسی گستاخی کا مرتکب ہو اور اسے ہم سزا نہ دیں، یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ لیکن دیکھنا چاہیے کہ جذبات سے ہٹ کر اس کا علمی پہلو کیا ہے۔

ایمان کی بنیاد محبت رسول صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم ہے مشہور حدیث پاک ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں آقا و مولا صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ مجھ سے اپنے باپ، اپنی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبت نہ کرتا ہو (بخاری شریف)

چنانچہ مسلمان ہونے کی شرط اولین سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ٹھہری اور محبت بھی کیسی۔ جتنی اور کس سے ہو نہ ہو سکتی ہو۔ اتنی گہری اور والہانہ محبت کہ اس کے سامنے ساری محبتیں ہیچ ہوں، سب تعلق منقطع ہوتے دکھائی دیں، محبت ہوتی ہے تو اس کے کچھ تقاضے بھی۔

اس صورتحال کا جائزہ بھی لینا چاہیے کہ کیا واقعی خداوند قدوس ولایزال جل جلالہ بھی سید آدم و بنی آدم رحمت ہر عالم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتا ہے؟ اگر محبت کے تقاضے کلام اللہ سے پورے ہوتے دکھائی دیں تو پھر جان لینا چاہیے کہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالی کے محبوب بھی ہیں اور ہمیں اللہ تعالی کی سنت پر عمل کرتے ہوئے محبت کے تقاضے پورے کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اس سے یہ بھی واضح ہوگا کہ جانثاران ناموس مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کارنامے انجام دیئے، ان کی دینی، علمی اور تحقیقی حیثیت کیا ہے۔ انہوں نے اپنے ایمان کے کامل ہونے کا ثبوت کس طرح دیا اور سنت خداوندی پر کس طرح عمل کیا تھا۔

قرآن مجید حضور محبوب کبریا صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی تعریف اور ثنا سے بھرا پڑا ہے، اللہ کریم نے اپنے محبوب پاک صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم پر اپنے اور اپنے فرشتوں کے درود بھیجنے کا اعلان فرماتے ہوئے یہ حکم دیا کہ جو اہل ایمان ہیں وہ بھی انہیں درود وسلام کا ہدیہ پیش کریں۔ (سورۃ الاحزاب)

انہیں حق کے ساتھ خوشخبری سنانے اور ڈرانے والا بنا کر بھیجنے کی بات کی (سورہ البقرہ) انہیں ایسا رسول فرمایا جنہیں لوگوں کا مشقت میں پڑنا گراں ہے، انہیں لوگوں کی بہت بھلائی چاہنے والے کہا اور مسلمانوں پر بہت کرم والے مہربان قرار دیا (سورۃ توبہ)

اللہ تبارک وتعالی نے اس شہر کی قسم کھائی جس میں اس کے محبوب صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے (سورۃ بلد) اس نے اپنے پیارے کی جان کی قسم کھائی (سورہ حجر)، اس کو اپنی قسم کھانا تھی تو اس کے لئے بھی فلا وربک (سورۃ النساء) فرمایا کہ اے محبوب مجھے

تیرے رب کی قسم! اس نے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سارے جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجنے کا اعلان فرمایا (سورۃ انبیاء)، اس نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مسلمانوں کی جانوں کے، خود ان سے زیادہ مالک قرار دیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بیویوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو (سورہ احزاب)۔ اس نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شاہد و مبشر و نذیر اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور چمکا دینے والا چراغ فرمایا (سورۃ احزاب) اس نے واضح فرمادیا کہ جو بات اپنی خواہش سے فرماتے ہیں وہ حقیقت میں وہی ہوتی ہے جو ان کو وحی کی جاتی ہے (سورۃ النجم)، اس نے ان کی بیعت کو اللہ تعالیٰ کی بیعت کہا، ان کے ہاتھ کو اللہ تعالیٰ کا ہاتھ فرمایا (سورہ الفتح)، اس نے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خلق کو عظیم کہا (سورۃ القلم)، اس نے اپنے محبوب کے ذکر کو ان کی خاطر بلند کرنے کا اعلان فرمایا و رفعنا لک ذکرک (سورہ الم نشرح)

یہ تو قرآن پاک کے چند مقامات کی طرف اشارے کئے گئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ سارا کلام ہی اس کے محبوب پاک صاحب لولاک فخر کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت ہے۔ قرآن مجید نعت کا مجموعۂ اول ہے اور وہ جو غالب نے کہا تھا

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم | کاں ذات پاک مرتبہ دان محمد است

کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مرتبے کو جاننے والی ذات صرف خداوند قدوس وکریم کی ہے۔ اس لئے وہی ثنائے خواجہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کر سکتا ہے۔ چنانچہ مذکورہ بالا اشارات سے ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کی ہے۔ اب تعریف مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ انداز دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں پورے قرآن مجید میں نام سے نہیں پکارا، کہیں یا ایھا النبی کہا ہے کہیں یا ایھا الرسول پکارا ہے ہے پھر یا ایھا المزمل (سورہ مزمل) اور یا ایھا المدثر (سورہ مدثر) کہہ کر بھی خطاب کیا ہے کہ اے کپڑوں میں لپٹنے والے اور اے چادر اوڑھنے والے، کہیں انہیں چمکنے والا ستارہ کہا، کہیں ان کے چہرہ مبارک کی قسم کھائی اور کہیں ان کے زلف معبر کی غرض کہ اپنے پیارے کو پکارنے کے لیے اپنائیت اور محبت کے اسلوب بیان کئے گئے ہیں۔

محبت کے دعویدار کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ وہ اپنے محبوب کی بات بھی مانے۔ اس نقطہ نظر سے کلام اللہ کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس تمنا میں بار بار آسمان کی طرف دیکھا کہ بیت المقدس کے بجائے کعبۃ اللہ مسلمانوں کا قبلہ بن جائے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اس ادا کا ذکر فرما کر فرمایا کہ جس میں تمہاری خوشی ہے ہم تمہیں اس کی طرف پھیر دیں گے اور پھر فرمایا کہ ابھی اپنا منہ مسجد حرام کی طرف پھیر لو (سورہ البقرہ)۔ اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بات ماننے کا ذکر اس نے یوں بھی کیا کہ فرمایا جب لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرلیں یعنی ان سے کوئی قصور سرزد ہو جائے تو وہ محبوب آپ کے حضور حاضر ہوں، پھر اللہ سے معافی چاہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کی شفاعت فرمادیں تو وہ ضرور اللہ کو بہت بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے (سورہ النساء)

آقا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ کا نکاح کا پیغام اپنی پھوپھی زاد حضرت زینب کے لیے دیا تو ان کے بھائی عبداللہ بن جحش نے اسے منظور کرنے میں پس و پیش کیا۔ اس پر خدا تعالیٰ نے حکم نازل فرمادیا کہ جب اللہ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم کچھ حکم فرمادیں تو پھر کسی مسلمان عورت یا مرد کو اپنے کسی معاملے میں بھی کچھ اختیار نہیں رہتا (سورہ احزاب)۔

محبت کا ایک تقاضا یہ بھی ہوتا ہے کہ محب اپنے محبوب کی کوئی تکلیف برداشت نہیں کرتا چنانچہ جب حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ساری رات خدا کی عبادت کرنا شروع کی تو اللہ تعالیٰ کو محبوب کی اس ادا میں ان کی تکلیف کا خیال ہوا اور فرمایا

یا ایھا المزمل قم اللیل الا قلیلا

کہ اے کپڑوں میں لپٹنے والے رات میں کچھ رات کے لئے آرام کرلو (سورہ مزمل)

پھر محبت کے لیے ضروری ہے کہ وہ محبوب کی رضا چاہتا ہے اس کی خوشی میں اپنی خوشی سمجھے، چنانچہ اللہ کریم نے فرمایا

ولسوف یعطیک ربک فترضی (سورہ الضحیٰ)

بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ محب اپنے محبوب کے عزیزوں اور ان کے نام لیواؤں کو اچھا سمجھتا ہے، جن لوگوں سے اس کی نسبت ہوتی ہے وہ محب کو اچھے لگتے ہیں۔ اس حوالے سے اس فرمان خداوندی کو دیکھئے کہ اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرماں بردار بنو اللہ تمہیں دوست بنا لے گا، تم سے محبت کرنے لگے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (سورہ آل عمران)

یعنی جو اس کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بات مانیں گے، ان کی اتباع کریں گے، ان کی فرمہ برداری کریں گے، اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرنے لگے گا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کو اپنی اطاعت فرمایا (سورہ النساء) اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بندوں میں سے جس کسی سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے اسے اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونے کو کہا۔ (سورہ زمر) اور اپنے محبوب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھیوں کو اللہ تعالیٰ نے کافروں پر سخت اور آپس میں نرم دل قرار دیا۔ (سورہ الفتح)

یہ بھی ہوتا ہے کہ اپنے محبوب سے محبت کرنے والا دوسروں کو یقین دلاتا ہے کہ اس کا محبوب سب سے اچھا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے سب پیغمبروں سے عہد و پیمان لیا کہ جب ان کے پاس اللہ کا محبوب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے گا تو وہ ضرور ان پر ایمان لائیں گے اور ان کی مدد کریں گے۔ (سورہ آل عمران) یہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کو سب رسولوں نے تسلیم کروانے کا عمل تھا۔ اسی طرح جب اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ جو کنکریوں کی مٹھی حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ بدر کے موقع پر دشمنوں کی طرف پھینکی تھی وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں بلکہ خود اللہ تعالیٰ نے پھینکی تھی (سورہ انفال) تو مقصد یہ ہے کہ سب لوگ مان لیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مرتبہ کو کوئی نہیں پہنچ سکتا اور اسی سورہ میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تک تم ان میں ہو، اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب میں مبتلا کرے (سورہ انفال) سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کتنی بڑائی ظاہر کرتا ہے۔ دوسرے پیغمبروں کی حیات ظاہری میں بھی ان کی قومیں عذاب الٰہی کا شکار ہوئی ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق یہ فرمایا آیا کہ جب تک یہ ہم میں

ہیں ہم میں مبتلا نہیں ہوں گے۔ خداوند کریم نے دنیا پر ظاہر کر دیا کہ اس کے محبوب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عظیم المرتبت کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔

محبت کے تقاضوں میں سے اہم ترین تقاضا یہ ہے کہ محب اپنے محبوب کی توہین برداشت نہیں کر سکتا اور اللہ تعالیٰ نے بھی یہی کیا ہے کہ جو لوگ یہ کہتے تھے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو کھانا کھاتے ہیں اور بازاروں میں چلتے ہیں اور یہ کہ کوئی فرشتہ اتارا جانا چاہیے تھا انہیں گمراہ فرمایا اور گمراہ بھی ایسے کہ اب راہ نہیں پا سکتے (سورہ فرقان) یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کفر ہے اور کفر بھی ایسا کہ اس دلدل میں دھنسنے والے چھٹکارہ نہیں پا سکتے۔ ان کے لئے ایمان کی روشنی کا حصول ممکن ہی نہیں۔

کفار نے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو "راعنا" کے بجائے ذرا سا لہجہ بگاڑ کر یہ لفظ کہا جس سے وہ بخیال خود حضور پاک صلی علیہ وآلہ وسلم کی تضحیک کا پہلو نکال لیتے تھے (نعوذ باللہ) تو اللہ تعالیٰ نے حکماً اس لفظ کا استعمال ہی ممنوع فرما دیا اور حکم دیا کہ جب آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی توجہ مطلوب ہو انظرنا یا رسول اللہ کہو ہو یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہماری طرف نظر کرم فرمایئے (سورہ البقرہ)

اس طرح ہر ایسا لفظ بھی آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے استعمال کرنا ممنوع قرار پایا جس کا معنی کھینچ تان کر بھی ایسا نکلتا ہوں جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرتبے سے کم تر ہو۔ پھر فرمایا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہراؤ جیسا تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو (سورہ نور)۔ پھر ارشاد ہوا کہ اپنی آوازیں اپنے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سے اونچی نہ کرو اور ان کے سامنے چلا کر بات نہ کہو جیسا تم ایک دوسرے کے سامنے کرتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو (سورہ الحجرات)۔ یعنی بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں اونچی آواز سے بولنا، چلا کر بات کرنا، سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اس طرح پکارنا جس طرح کوئی ایک آدمی دوسرے کو پکار سکتا ہے یا کوئی ایسا لفظ استعمال کرنا جس کے دور کے معنی بھی ایسے نکل سکتے ہوں جو مقام مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کمتر ہوں منع ہے۔ اللہ تعالیٰ کو محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین اشارۃً بھی گوارا نہیں۔

اور محبت کا سب سے بڑا تقاضہ یہی ہے کہ جہاں محب کو محسوس ہو کہ اس کے محبوب کی توہین کی گئی ہے یا اسے نقصان پہنچانے کی کوشش ہوئی ہے یا اسے تکلیف پہنچائی گئی ہے وہاں اس کا غضب جوش میں آ جائے۔ خالق حقیقی اور اس کے محبوب حقیقی کے باہمی ربط محبت پر نظر دوڑائیں تو واضح ہوتا ہے کہ نہ ایسا محب کبھی ہوا ہے نہ ایسا محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی نے دیکھا ہے۔ جب عاص بن وائل نے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں (نعوذ باللہ) 'ابتر' کا لفظ استعمال کیا تو اللہ تعالیٰ نے سورہ کوثر نازل فرما دی۔ جس میں فخر عالم کو خیر کثیر عطا فرمانے کا ذکر کیا اور فرمایا کہ ابتر تو آپ کا دشمن ہے (سورہ کوثر)۔ ابولہب نے حضور حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کی تو اللہ تعالیٰ نے سورہ لہب نازل فرما دی جس میں اس کے دونوں ہاتھ ٹوٹنے کا کوسنا دیا اور اس کی مکمل تباہی کا اعلان فرمایا۔ اسے اور اس کی بیوی ام جمیل کے جو ابوسفیان کی بہن تھیں آگ میں دھنسنے کے انجام کا ذکر کیا اور ام جمیل کے گلے میں کھجور کی چھال کے رسے

کی بات کی اور وہ اسی طرح مری کہ سر پر گٹھالا رہی تھی، راستے میں ستانے کے لیے بیٹھی گٹھا پیچھے کو کھچا اور رسی سے گلے میں پھانسی پڑ گئی۔

باری تعالی نے اس عورت کے جو حضور صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی راہ میں کانٹے بچھایا کرتی تھی اس کی پھانسی سے مرنے کی پیشگوئی کی اور وہ اسی طرح مری۔ اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین وتضحیک کا ارتکاب کرنے کا جو انجام ہونا چاہیے اس کا اعلان کیا گیا اور وہ اسی طرح ہوا۔ اس طرح اللہ تعالی نے یہ بھی ظاہر فرمادیا کہ جو آدمی اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف دے، ان کا مضحکہ اڑانے کی کوشش کرے یا ان کی توہین کرے اس کا انجام یہی ہونا چاہیے۔ سورہ لہب کی اس پیشگوئی کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالی عیہ وآلہ وسلم کی سچائی کو دنیا پر ثابت کر دیا جائے اور اللہ تعالی کی اپنے محبوب صلی اللہ تعالی عیہ وآلہ وسلم سے انتہائی محبت کا بھی کائنات عالم پر واضح ہو جائے اور محبت کا یہ اصول بھی بیان ہو جائے کہ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں، اس کے نہ ماننے والوں اور اس کی اہانت کرنے والوں کے خلاف محبؔ کا اقدام کیا ہونا چاہیے۔

اسی طرح جب ولید بن مغیرہ نے خالق ومالک ہر عالم جل وعلا کے محبوب صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی توہین کی (نعوذ باللہ) انہیں مجنون کہا تو اللہ تعالی نے سورہ نون والقلم نازل فرمائی جس میں پہلے تو قلم اور اس کے لکھنے کی قسم کھا کر فرمایا

ما انت بنعمته ربک بمجنون

کہ آپ تو اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہیں۔

پھر اس بدبخت کی دس برائیاں گنوائیں کہ وہ بڑا قسمیں کھانے والا ہے، ذلیل ہے، بہت طعنے دینے والا ہے، بہت ادھر ادھر لگانے والا ہے، بھلائی سے بڑا روکنے والا ہے، حد سے بڑھنے والا گناہ گار ہے، درشت خو ہے اور اس پر طرہ یہ ہے کہ حرام زادہ ہے، اس کی اصل میں خطا ہے، وہ اپنے باپ کا نہیں، بعد ذلک زنیم پھر فرمایا سنسمہ علی الخرطوم کہ ہم اس کی سونڈ پر داغ دیں گے اور یہ پیشگوئی یوں پوری ہوئی کہ جنگ بدر میں ولید بن مغیرہ کی ناک کٹ گئی اور پھر وہ جدھر سے جاتا تھا لوگ کہتے تھے کہ وہ ہے جس کے متعلق اللہ تعالی نے کہا تھا کہ اس کی ناک داغی جائے گی اور وہ انسان سامنے ہے۔ چنانچہ وہ جو اس کے زنا کی اولاد ہونے کی خبر تھی وہ بھی لازم درست ہوگی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالی نے کسی کے اپنے باپ کا بیٹا نہ ہونے کی جو بات تھی قیامت تک چھپائے رکھنے کا اہتمام کر رکھا ہے کہ وہاں بھی لوگ اپنی ماؤں کے نام سے پکارے جائیں گے، اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کے جواب میں استثنائی صورت میں ولید بن مغیرہ کے حرامی ہونے کو نہ چھپایا بلکہ اس کا اعلان بھی کیا اور اس کے ناک کے پر نشان لگانے کی پیشگوئی درست کر کے لوگوں پر واضح کر دیا کہ اگر سنسمہ علی الخرطوم کی بات درست نکلی ہے تو اس کے ولد الزنا ہونے کی بات بھی درست ہی رہے، یعنی نہ صرف اللہ تعالی نے اس کے اپنی اصل پر نہ ہونے کا اعلان کیا بلکہ ثابت بھی کر دیا کہ وہ بے اصل ہے۔

اب صورت یہ ہے کہ حضور محبوب خالق ومطلوب خلائق (صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم) اپنے خالق کے بھی محبوب ہیں اور مسمانوں کے لیے بھی۔ ان کی محبت اصل ایمان ہے اور خالق حقیقی جل جلالہ وعم نوالہ اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف بھی کرتا ہے،

انہیں نام کے بجائے پیار کے القابات وخطابات سے پکارتا ہے، ان کی بات مانتا ہے اور لوگوں سے ان کا حکم منوانا چاہتا ہے۔ ان کے دوستوں اور نام لیواؤں کو اچھا سمجھتا ہے، دوسروں کو یقین دلاتا ہے کہ اس کے محبوب پاک صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم سب سے اچھے ہیں۔ برداشت نہیں کرتا کہ کوئی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرے اور اگر کسی نے اس حرکت کا ارتکاب کیا تو اللہ تعالی نے اس کے خلاف کہا ابھی اور کیا بھی۔

کعب ابن زہیر نے حالت کفر میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخانہ اشعار کہے۔ حضور پاک صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے اس کے قتل کا حکم دے دیا۔ پھر وہ دربار مصطفیٰ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوگئے اور اپنا مشہور قصیدہ "بانت سعاد" پیش کیا جس پر فخر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں معاف فرمادیا۔ قصیدے کے تین شعر دیکھئے۔

نبئت ان رسول الله تعالى اوعدلى — والعفو عند رسول الله ما مول

فقط اتيت رسول الله معتذراً — والعذر عند رسول الله مقبول

ان الرسول لنور يستضاء به — مهند من سيوف الله مسلول

یعنی مجھے معلوم ہوا کہ رسول اللہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے میرے قتل کی وعید فرمائی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہاں عفوودرگزر کی بھی امید ہے تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں معذرت کے ساتھ حاضر ہوگیا ہوں اور معذرت رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں مقبول ہے بے شک رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے نور ہیں جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے اور وہ اللہ تعالی کی تلواروں میں سے ایک بے نیام تلوار ہیں۔ (آخری شعر کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ حضور سرورکائنات صلی وسلم نے اس شعر میں اصلاح فرمائی)

قرآن پاک میں خالق دوجہاں کے فرمودات اور احادیث پاک میں حضور پیغمبر اسلام کے ارشادات اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالی علیہم اجمعین کے عمل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ وہ شخص جس سے ایمان کا دعوی ہے اس کے لئے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی محبت نہ صرف ضروری ہے بلکہ سب محبتوں سے بڑھ کر ضروری ہے اور اس محبت کے تقاضے یہ ہیں کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر صبح ومسا تعریف کی جائے، ان کا حکم مانا جائے۔ آیئے ان کی رضاجوئی میں زندگی گزاری جائے۔ ان کے دوستوں اور ماننے والوں اور ان سے محبت کرنے والوں کو اچھا سمجھا جائے اور ان سب سے بڑھ کر یہ کہ جہاں ناموس مصطفیٰ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کا مسئلہ آن پڑے، جہاں کوئی بدبخت ان کی توہین وتضحیک کا ارتکاب کر بیٹھے، جہاں ان کی مخالفت کا شائبہ بھی نظر آجائے، وہاں حمیت دینی اور تقاضائے محبت کے باعث مومن اپنی جان کی بازی لگادے اور سرکار دوعالم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی شان میں ذراسی گستاخی کرنے والے کا قلع قمع کردے۔

ادب و تعظیم کی برکات

حضرت علامہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ادب و تعظیم کی برکات، حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا ادب، لفظ سلام کا ادب، توریت کا ادب، انبیا علیہم السلام سے منسوب تصویریں، قبلہ کا ادب، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ادب، شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا طرز ادب، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا طرز ادب، حضرت مولا علی کا طرز ادب

ادب و تعظیم کی برکات: آپ نے دیکھا شیطان مردود خلیفۃ اللہ کا ادب نہ کرنے کی بنا پر ہلاک ہو گیا اور اس کی تمام عبادات مسترد کر دی گئیں۔ اب ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ خلیفۃ اللہ (حضرت آدم علیہ السلام) کا ادب کرنے والوں کو کیا ملا۔ اس سلسلے میں ایک بات تو بالکل ظاہر ہے یعنی ان کا سجدہ قبول ہوا، وہ فرمانبردار قرار دیئے گئے اور جس وبال میں شیطان لعین گرفتار ہوا، وہ اس سے بچ گئے۔ مگر بزرگوں نے کچھ اور بھی برکات بیان کی ہیں۔ سب سے پہلے حضرت اسرافیل علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا۔

سمعت من یذکر ان اول الملئکۃ خر ساجد اللہ حین اُمرت الملئکۃ بالسجود لادم اسرافیل فاثابہ اللہ بذالک ان کتب قران فی جبھتہ (تفسیر عزیزی بحوالہ ابن ابی حاتم، ابوالشیخ)

ترجمہ: میں نے سنا اس شخص کو کہ بیان کرتا تھا تحقیق فرشتوں میں سب سے اولین جو آدم عیہ السلام کو سجدہ کرنے کے لئے گرا، اسرافیل تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اُسے اس جلدی کے سبب یہ اجر دیا کہ اُس کی پیشانی میں قرآن لکھا گیا۔

تفسیر عزیزی میں ایسی ہی روایت حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بھی ہے۔

دوسری روایات کے مطابق ''سب سے پہلے حضرت جبریل سجدے میں جھکے پھر میکائیل، پھر اسرافیل، پھر عزرائیل پھر سارے فرشتے۔ اسی لئے حضرت جبریل علیہ السلام کو سب سے بڑا درجہ عطا فرمایا گیا یعنی خدمت انبیاء علیہم السلام)'' (تفسیر خزائن العرفان)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق سجدہ کرنے کی بنا پر سفلی فرشتوں کو وسعتِ کمالات حاصل ہوئی اور علوی فرشتوں کو کمالات عالیہ عطا ہوئے اور خلیفہ کو سب کے لیے تقرب الی اللہ کا ذریعہ ٹھہرایا گیا۔

حضرت انسان کی تاریخ کا یہ ابتدائی دور تھا اور اسی دور سے اللہ والوں کے ادب کی اہمیت واضح کر دی گئی نیز ان کی بے ادبی کا وبال بھی ظاہر کر دیا گیا۔ انبیاء کرام علیھم السلام کی بعثت ہوتی رہی اور اُن کے بارے میں انسان دو گروہوں میں بٹتے رہے۔ جن لوگوں نے ادب کیا، انہیں ایمان کی توفیق ملتی رہی اور جنھوں نے بے ادبی کی، کفر کی لعنت میں گرفتار اور عذاب آسمانی سے تباہ و برباد ہوتے رہے۔ کون نہیں جانتا شیطان لعین نے آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ یہی بتائی تھی۔

خلقتنی من نار و خلقته من طین○ (الاعراف:۱۲)

ترجمہ: تونے مجھے آگ سے بنایا اور اسے مٹی سے بنایا۔

گویا وہ خود کو آگ سے پیدا کیے جانے کی بنا پر اعلیٰ سمجھتا تھا اور حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کا بہانہ اس نے یہی بنایا کہ انہیں مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔ یعنی اُس نے نبوت وخلافت کی عظمت وجلالت کو دیکھنے کی بجائے، ان کی بشریت یا ظاہری ڈھانچے کو سب کچھ سمجھا اور اسی سے انکار کا فیصلہ کیا۔ قرآن کریم میں بھی جس اولین کفر وارتداد کا ذکر ہے، وہ یہی ہے۔ بعد میں انبیاء کرام علیہم السلام تشریف لاتے رہے اور جو لوگ ان کے اخلاق عالیہ اور تصرفات ظاہرہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے انہیں اپنے اپنے ماحول میں بے مثال و لاجواب سمجھتے رہے، حلقہ بگوش ہوتے رہے، مگر جنھوں نے ظاہر تک نظر رکھی، وہ انہیں اپنے جیسا بشر دیکھ کر گستاخیوں کے مرتکب ہوئے اور ایمان سے محروم رہے۔ حضرت مولانا روم فرماتے ہیں۔

جملہ عالم زیں سبب گمراہ شد　　　کم کسے زابدال حق آگاہ شد

ہمسری با انبیا بر داشتند　　　اولیا را مثل خور پنداشتند

یہاں چلتے چلتے تفسیر نعیمی پ ۱ کا ایک ضروری اقتباس بھی ملاحظہ فرمالیں

حکیم الامت مفتی احمد یار خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ انی جاعل فی الارض خلیفۃ کے تحت لکھتے ہیں

پہلے خلیفہ حضرت آدم علیہ السلام ہوئے اور آخری خلیفہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے کیونکہ وہ امت مصطفی صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کے خاتم الاولیاء یعنی آخری ولی ہیں۔ مگر اس آیت میں خلیفہ سے حضرت آدم علیہ السلام ہی مراد ہیں کیونکہ یہاں سارے واقعات انہیں کے بیان ہو رہے ہیں حضرات انبیاء کرام (علیہم السلام) چند وجوں سے خلیفۃ اللہ ہوئے

۱۔ ایک یہ کہ یہ آسمانی اور زمینی چیز کے مجموعہ ہیں کہ ان کا جسم فرشی اور روح عرشی ہے

۲۔ دوسرے یہ کہ حق تعالیٰ کی ساری صفات کے مظہر ہیں۔

۳۔ تیسرے یہ کہ ان کو رب نے اپنا علم عطا فرمایا جن سے انہوں نے قوانین اور قاعدے بنا ڈالے

۴۔ چوتھے یہ کہ ان کو اپنا کلام دیا کہ رب کے کلام کو اپنی زبان سے مخلوق تک پہنچایا

۵۔ پانچویں یہ کہ ان کو ایسی قدرت کاملہ عطا فرمائی جو رب کی قدرت کا پرتو ہے۔ اگر چہ بظاہر فرشتے بڑے قوی ہیں لیکن نبی کی قوت و قدرت ان سے کہیں بڑھ کر ہے۔

۶۔ چھٹے یہ کہ دنیا کی ہر چیز کو ان کے قبضے میں دیا گیا کہ حیوانات وجمادات بلکہ آسمان وزمین پر ان کی حکومت قائم ہوئی

۷۔ ساتویں یہ کہ جسمانیات کے علاوہ روحانیات میں بھی ان کا بہت دور دورا ہے کہ جنات فرشتے ان کے قبضے میں، خیال تو کرو کہ عرب کا ایک ناقہ نشیں شہنشاہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم آن کی آن میں زمین وآسمان کو طے فرماتا وہاں تشریف فرما ہو کر آ گیا، جہاں فرشتوں کا

خیال بھی نہیں پہنچ سکتا۔

مختصر یہ کہ اللہ کے انبیاء ومرسلین علیہم السلام اور مقربین وصالحین علیہم الرحمہ اپنی اپنی شان کے لائق اللہ کے نائب اور دنیا جہان کے حکمران ہیں۔ جو ان کا ادب کرے گا، بامراد رہے گا اور جو بے ادب ہوگا، مارا جائے گا۔

پہلے دن سے یہی قانون ہے اور قیامِ قیامت تک نافذ رہے گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں فرعون نے بہتر ہزار جادوگر منگوائے۔ قرآن پاک نے ان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

قالوا یموسی اما ان تلقی واما ان نکون اول من القی ٥ (طٰہٰ:٦٥)

ترجمہ: بولے اے موسیٰ یا تو تم ڈالو یا ہم پہلے ڈالیں

تفسیر نور العرفان میں اس کے تحت فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کو ان جادوگروں کا یہ ادب بہت پسند آیا کہ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام پر پیش قدمی نہ کی بلکہ ادب سے اجازت چاہی۔ اس ادب کی بدولت انہیں دولتِ ایمان نصیب ہوئی" (روح البیان، خزائن العرفان)

حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا ادب: حق یہ ہے کہ آدم علیہ السلام وابلیس علیہ اللعنۃ کا قصہ قرآن پاک میں بار بار آیا ہے تو اس کی اہم حکمت یہی معلوم ہوتی ہے کہ لوگ مقصودِ کائنات حضور خواجۂ لولاک لما علیہ التحیۃ والثناء کے بارے میں محتاط رہیں کیونکہ اگر حضرت آدم علیہ السلام کی عظمت کا انکار کرکے اور ان کی تعظیم نہ کرنے سے عزازیل جو معلم الملکوت تھا، ابلیس وشیطان بن سکتا ہے تو جو ذات پاک علیہ الصلوۃ والسلام آدم علیہم السلام کا بھی وسیلۂ قبول توبہ ہے اور جس کے نور کی وجہ سے خود آدم علیہ السلام کو بھی سجدہ کرایا گیا تھا، ان کی بے ادبی سے کیا کیا عذاب ووبال نہ آئے گا۔ خصوصاً دورِ حاضر ادب ناآشنا اسی بات پر غور کرلیں کہ شیطان کیوں شیطان بنا اور جو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا بے ادب ہوگا، کیا اُسے شیطانِ اکبر کہنا یا سمجھنا زیادتی ہوگی۔

ہاں اہل علم کو یہ بھی سوچنا چاہئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے رضی اللہ عنہم کیوں کہتے ہیں اور اسی دور کے منافقین جو مسجد نبوی میں خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی اقتدا میں نماز پنجگانہ ادا کرتے تھے، جہاد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ شانہ بشانہ شریک ہوتے تھے، حج وقربانی سے انہیں گریز نہیں تھا، آخر منافق کیوں کہلاتے ہیں اور انہیں رضی اللہ عنہم کیوں نہیں کہا جاتا۔ کیا اس میں کوئی شک ہے کہ سب کچھ کرنے کے باوجود وہ صرف ادب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے محروم تھے۔ بے ادبی نے انہیں کہیں کا چھوڑا۔ اس دنیا میں رہتی دنیا تک ان کے لئے رسوائی رہ گئی اور آخرت میں دوزخ کا سب سے نچلا طبقہ۔

مختصر یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کا ادب کرکے رب کو راضی کرلیا اور منافقین نے بے ادبی کرکے خدا کا غضب خرید لیا۔ ہاں ہاں خدا کا غضب بے ادبی کرنے والوں کے لئے ہی ہوتا ہے۔ دیکھئے سورۃ الفاتحہ میں دعا کرتے ہوئے اپنے اللہ سے جو کچھ مانگنے کی تلقین کی گئی ہے، اس کا انتہائی نقطہ یا نچوڑ کیا ہے

اهدنا الصراط المستقیم ٥صراط الذین انعمت علیھم٥غیر المغضوب علیھم و لا الضالین٥

ترجمہ: ہم کوسیدھے راستے پر چلا، راستہ ان کا جن پر تو نے انعام کیا نہ ان کا جن پر غضب ہوا اور نہ بہکے ہوؤں کا صراط مستقیم والے کون ہیں؟ اللہ والے اور ان کی پیروی کرنے والے

مغضوب علیھم (جن پر غضب ہوا) الضالین (گمراہ)

ترمذی شریف کی روایت کے مطابق مغضوب علیہم سے یہود اور ضالین سے نصاریٰ مراد ہیں۔ (خزائن العرفان)

صراط مستقیم تو یہی اللہ کے پاک بندوں کا راستہ مگر مغضوب علیہم یہودی ہیں جنہوں نے ہمیشہ انبیاء کرام علیہم السلام کی بے ادبی کی اور الضالین عیسائی ہیں جنہوں نے عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدۂ ماجدہ حضرت مریم علیہا السلام کو خدا مان کر شرک کیا۔ بظاہر قرآن پاک کی رو سے

ان الشرک لظلم عظیم٥ (لقمٰن:۱۳) ترجمہ: بے شک شرک بڑا ظلم ہے،

شرک یقیناً ظلم عظیم ہے مگر انبیاء کرام علیہم السلام کی گستاخی کم ظلم نہیں ہے۔ منافق عموماً مشرک نہیں تھے مگر دوزخ کا پست ترین طبقہ انہیں کے لئے ہے (قرآن پاک) بلکہ صراحت کے ساتھ معذب گروہوں کے ذکر میں منافق مردوں اور منافق عورتوں کا پہلے اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کا ذکر بعد میں کیا۔

یہ باتیں آپ کئی بار سن چکے ہوں گے، یہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے ملجا و ماوی علیہ التحیۃ و الثنا کا جس انداز میں ادب کیا کرتے تھے، اس کی بعض جھلکیاں پیش کی جاتی ہیں۔ بلکہ یہ بات زیادہ مناسب محسوس ہوتی ہے کہ خود اللہ کے محبوب اعظم حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اپنے اسوۂ حسنہ سے ادب کی جو ادائیں سکھائی ہیں، ان کا ذکر سب سے پہلے کیا جائے۔

لفظ سلام کا ادب: ابی جہم سے روایت ہے کہ ایک بار حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم حاجتِ بشری سے فارغ ہو کر بیئرِ جمل کی طرف سے تشریف لا رہے تھے۔ میں نے سلام عرض کیا۔ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اس وقت جواب نہ دیا۔ پھر تیمم کر کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ سلام کا جواب دینے سے کوئی رکاوٹ نہیں تھی سوا اس کے مجھے طہارت نہ تھی۔ (دار قطنی: کتاب المجتبیٰ)

ظاہر ہے وعلیکم السلام کوئی آیت قرآنی نہیں جس کے پڑھنے کے لئے طہارت کا اہتمام کیا جائے بلکہ حدثِ اصغر سے طہارت قرات آیت کے لیے شرط بھی نہیں۔ مگر چونکہ سلام حق تعالیٰ کا نام ہے، اس لئے بلا طہارت اس کو زبان اقدس پر جاری کرنے سے تامل فرمایا

توریت کا ادب: ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں چند یہودی حاضر ہوئے اور درخواست کی قف تک تشریف لے چلیں (اور قف مدینہ منورہ کے قریب ایک مقام ہے) چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم بیت المدارس تک تشریف لے گئے اور مسند پر جو آپ کے لئے بچھائی گئی تھی، تشریف فرما ہو گئے۔ پھر انہوں نے عرض کی کہ ہم میں سے ایک شخص کسی عورت کے ساتھ زنا کا مرتکب ہو گیا ہے، حضور فرمائیے، کیا سزا ہونی چاہیے۔ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ان سے توریت منگوائی۔ وہ لائی گئی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے مسند سے علیحدہ ہو کر اس پر توریت رکھ دی، پھر فرمایا میں تجھ پر اور جس نے تجھے

نازل کیا، ایمان لایا، پھر فرمایا کسی ایسے شخص کو بلاؤ جو تم میں بڑا عالم ہو، چنانچہ ایک جوان آیا اور رجم توریت سے ثابت کر دیا (جس کا یہود کو انکار تھا) (سنن ابوداؤد)

ذرا غور فرمائیے توریت اگر چہ تحریف کی زد میں آ چکی تھی، اس کے باوجود حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اس کا ادب کیا۔ اس سے عبرت حاصل کریں نجدی ذہنیت کے وہ لوگ جو حرمین شریفین میں خود کرسی پر بیٹھتے ہیں اور قرآن پاک کو فرش پر رکھ کر دیتے ہیں یا جس ہاتھ میں قرآن پاک ہوتا ہے اُسی میں جوتا، اور وہ لوگ بھی عبرت پکڑیں جو قرآن پاک کے اوپر سے گزر جاتے ہیں۔ ان مناظر کو دیکھ کر دل خون کے آنسو روتا ہے مگر نجد کو ادب اور شرم سے کیا واسطہ۔ حضرت مولانا جامی علیہ الرحمہ نے فرمایا تھا

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی — کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

اور میں نے عرض کیا ہے

بندۂ فسق شدی ترکِ ادب کن نجدی — کہ دراں راہِ جفا شرم وحیا چیزے نیست

انبیاء کرام علیہم السلام سے منسوب تصویریں: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم مکہ معظمہ میں حضور پرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ داخل ہوئے۔ اس وقت عین کعبہ شریف کے اندر اور اردگرد تین سو ساٹھ (۳۶۰) بت تھے جنھیں پوجا جاتا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم دیا تو سب بت سرنگوں کر دیئے گئے۔ پھر فرمایا

وقل جاء الحق وزهق الباطل ط ان الباطل كان زهوقا ٥ (بنی اسرائیل۔۸۱)

ترجمہ: اور فرماؤ کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل کو مٹنا ہی تھا

پھر خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے تو دو رکعت نماز پڑھ کر دیکھا تو حضرت ابراہیم، حضرت اسمٰعیل اور حضرت اسحٰق علیہم السلام کی تصویریں رکھی ہوئی تھیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تصویر کے ہاتھ میں تیر دے رکھے ہیں جن سے کفار فال دیکھا کرتے تھے۔ فرمایا انہیں قتل کرے، حضرت ابراہیم علیہ السلام تو تیروں سے فال نہیں لیتے تھے۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زعفران منگوا کر تصویروں کو لگا دیا جس سے وہ مشتبہ ہو گئیں (مصنف ابن ابی شیبہ)

اس روایت کے تحت مولانا محمد انوار اللہ خاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ 'انوار احمدی' میں فرماتے ہیں

''ظاہر ہے یہ تصویریں بھی بتوں کی قطار میں تھیں جن کی توہین کا حکم ہو چکا تھا اور فی الواقع ان تصویروں کو ان حضرات سے نسبت ہی کیا تھی وہ تو چند احمقوں نے اپنی طرف سے جیسے چاہا، بنا لیا تھا۔ مگر اتنی بات تو ضرور تھی کہ نام ان حضرات کا وہاں آ گیا تھا جس کے لحاظ سے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ان کو اگر مٹایا بھی تو معطر زعفران سے ورنہ مٹانے والی چیزوں کی وہاں کچھ کمی نہ تھی۔ سبحان اللہ! کس قدر پاس ادب تھا کہ جہاں بزرگوں کا نام آ گیا، پھر وہ چیز کسی درجہ کی باطل ہی کیوں نہ ہو، اس کے ساتھ خاص ایک قسم کی رعایت ادب ہی کی گئی۔ جب خود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم جن کا رتبہ حق تعالیٰ کے نزدیک ابراہیم علیہ السلام اور تمام انبیاء (علیہم السلام) سے بڑھا

ہوا ہے، ایسی بے اصل چیز کے ساتھ بلحاظ نام رعایت ادب کریں، تو ہم آخری زمانہ کے مسلمانوں کو کس درجہ کا ادب ان آثار کے ساتھ کرنا چاہیے جن کا بطور واقعی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی طرف منسوب ہونا لاکھوں مسلمانوں کے عقیدوں سے ثابت ہے۔ اگر ہم نے فرض کیا کہ واقع میں وہ چیزیں منسوب بھی نہیں۔ مگر آخر نام تو آ گیا، اس کا لحاظ بھی ضرور ہے جیسا کہ اس حدیث سے ابھی ثابت ہوا۔ طرفہ یہ ہے کہ اس عقیدہ والوں کو الٹا مشرک بناتے ہیں۔ اگر سلسلہ اس کلام کا بڑھایا جائے تو ظاہر ہے کہ انتہا اس کی کہاں ہوگی۔ (ص ۲۳۸۔ الکتاب، گنج بخش روڈ لاہور)

قبلہ کا ادب: حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا

اذا اتی احدکم الغائط فلایستقبل القبلة ولایولها ظهره (بخاری شریف کتاب الوضو)

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی بیت الخلاء میں آئے تو قبلہ کو منہ نہ کرے اور نہ پیٹھ کرے

آخر کیوں؟ صرف ادب قبلہ کے پیش نظر، چنانچہ کنزالعمال کی ایک روایت میں صراحت ہے **فلیکرم قبلة الله** (یعنی اللہ کے قبلہ کی تعظیم کرے) سینکڑوں ہزاروں کوس دور رہنے والے بھی یہ ادب کریں کیونکہ شریعت کا منشا یہی ہے کہ عظمت والے انسان ہوں یا مکان، ان کا ادب بہر حال ضروری ہے۔ مختصر یہ کہ اسلام وایمان کی روح ادب ہے اور سرور عالم ہادی اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اپنی امت کی تربیت کا عنوان خاص اسی ادب کو ٹھہرایا ہے، بڑوں کا ادب، مساجد کا ادب، زمزم کا ادب، آب وضو کے بقیہ کا ادب۔

بہتر یہ ہے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے قبل ان کی عظمت واہمیت کے بارے میں بھی ایک روایت گوش گزار کر دی جائے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔

ان الله عز وجل نظر فی قلوب العباد فلم یجد قلبا انقی من قلوب اصحابی ولذلک اختارهم فجعلهم صحابا فما استحسنوا فهو عندالله حسن وما استقبحوا فهو عندالله قبیح (دیلمی فی الفردوس)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام بندوں کے دلوں کو دیکھا تو میرے اصحاب کے دلوں سے پاکیزہ تر کوئی دل نہ پایا، اسی لئے انہیں میرے اصحاب ہونے کے لئے پسند فرمایا، جس کام کو وہ اچھا سمجھیں، اللہ کے نزدیک بھی وہ اچھا ہے اور جس کو وہ برا سمجھیں اللہ کے نزدیک بھی وہ برا ہے

اب آیئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طرز ادب کی طرف۔ ان کا عمومی واجتماعی طرز ادب وہی تھا جس کی تصویر عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ نے حالت کفر میں کھینچی تھی جب وہ قریش مکہ کے سفیر وترجمان بن کر حدیبیہ میں حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تھے۔ (اردو ترجمہ حاضر ہے)

''عروہ نے کہا اے قوم! قسم ہے خدا تعالیٰ کی کہ میں نے بہت بادشاہوں کے دربار دیکھے اور قیصر وکسریٰ اور نجاشی کے درباروں میں گیا مگر کسی بادشاہ کے درباری اس کی ایسی تعظیم نہیں کرتے جیسی (حضرت) محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کے اصحاب ان کی تعظیم کرتے ہیں،

خدا کی قسم! جب وہ ناک چھنکتے ہیں تو آپ ہی لوگوں کی ہتھیلیوں پر گرتا ہے جسے وہ اپنے منہ اور جسم پر ملتے ہیں اور جب وہ انہیں حکم دیتے ہیں تو وہ تعمیل میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں اور جب وہ وضو کرتے ہیں تو وضو کے پانی پر وہ اس طرح ٹوٹ پڑتے ہیں کہ لگتا ہے جیسے وہ آپس میں لڑمریں گے اور جب وہ بات کرتے ہیں تو سب اپنی آوازیں پست کر لیتے ہیں اور ان کی تعظیم وتوقیر کی وجہ سے کوئی ان کی طرف تیز نگاہی سے دیکھ نہیں سکتا۔ انہوں نے تم پر رشد و ہدایت کا کام پیش کیا ہے تو تم اس کو قبول کر و۔'' (مواہب اللدینہ)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔

''آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے زیادہ کسی سے مجھ کو محبت نہیں تھی اور نہ کسی کی عظمت و بزرگی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے زیادہ میری آنکھوں میں تھی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ادب کی وجہ سے آنکھ بھر کے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو دیکھ نہیں سکتا تھا، چنانچہ اگر کوئی مجھ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا حلیہ مبارک پوچھے تو میں بیان نہیں کر سکتا۔'' (مسلم شریف)

عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہی حال تھا۔ دو دو سال گزر جاتے تھے، مگر کوئی بات پوچھ نہیں سکتے تھے حالانکہ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی رحمت عامہ بھی سب کو معلوم تھی۔

اب چند خصوصی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طرز ادب کی بعض روایات بیان کی جاتی ہیں۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ادب: حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم قبیلہ بنی عمرو بن عوف میں صلح کرانے کے لئے تشریف لے گئے۔ نماز کا وقت ہوا تو موذن نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پوچھ کر اقامت کہی اور انہوں نے امامت کی۔ اس عرصے میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تشریف لے آئے اور صف میں کھڑے ہو گئے۔ جب نمازیوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو دیکھا دستکیں دینے لگے تا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جان لیں کیونکہ ان کی عادت تھی کہ نماز میں کسی طرف نہیں دیکھتے تھے۔ آپ نے دستکوں کی آواز سن کر گوشہ چشم سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو دیکھا تو پیچھے ہٹنے کا قصد کیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اشارے سے فرمایا کہ اپنی ہی جگہ قائم رہو۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور اس نوازش پر کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے امامت کا حکم دیا اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور پیچھے ہٹ کر صف میں کھڑے ہو گئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم آگے بڑھ گئے۔ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا 'اے ابو بکر جب خود میں نے تمہیں حکم دیا تھا تو اپنی جگہ کھڑے رہنے میں کون سی چیز رکاوٹ بنی' عرض کی 'یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم! ابی قحافہ کا بیٹا اس لائق نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے آگے بڑھ کے نماز پڑھائے'۔

(قال یا ابابکر ما منعک ان تثبت اذ امرتک فقال ابو بکر ما کان لابن ابی قحافة ان یصلی بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا تم لوگوں نے اتنی زیادہ تالیاں کیوں پیٹیں۔ جب نماز میں کوئی حادثہ ہو جائے تو سبحان اللہ پڑھو کیونکہ جب سبحان اللہ پڑھے گا تو امام اس کی طرف متوجہ ہوگا۔ تالی صرف عورتوں کے لئے ہے (بخاری شریف)

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ادب کا ایک اور انداز ملاحظہ فرمایئے۔

قال ابن الاعرابی روی ان اعرابیاً جاء الی ابی بکرٍ فقال انت خلیفة رسول الله ﷺ قال لا قال فما انت قال الخالفة بعدهٗ

ترجمہ: روایت ہے کہ ایک اعرابی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ آپ رسول اللہ کے خلیفہ ہو، فرمایا 'نہیں'۔ کہا پھر کیا ہو۔ کہا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے بعد خالفہ ہوں (خالفہ اس شخص کو کہتے ہیں جس میں کوئی خوبی اور بھلائی نہ ہو)

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یہ تصور دینا چاہتے تھے کہ میں اس قابل کہاں کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا خلیفہ کہلاؤں۔ کہاں وہ، کہاں میں۔ اگر چودھویں صدی کا کوئی شاعر 'وہ کجا، میں کجا' کے عنوان سے خوبصورت نعت لکھتا ہے تو کوئی تعجب نہیں، حیرت تو یہ ہے کہ جسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے پرتو کمال ہونے کا شرف حاصل ہے وہ بھی اپنے انداز میں یہی نعرہ لگا رہا ہے کہ 'وہ کجا، میں کجا' حقیقت یہ ہے کہ جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا جتنا عارف ومقرب ہے۔ وہ اتنا ہی مودب ہے اور خود اتنا ہی عاجز وحقیر سمجھتا ہے۔

نسبتے نیست بذات تو بنی آدم را　　　　بہتر از آدم وعالم تو چہ عالی نسبی

شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا طرز ادب: جب یہ آیۃ کریمہ نازل ہوئی

یا یھا الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرونo (الحجرات۔۲)

ترجمہ: اے ایمان والو اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسم کھائی کہ اب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے ایسی آہستہ بات کروں گا جیسے کوئی راز کی بات کہتا ہے اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں اتنا آہستہ بولتے تھے کہ دوبارہ پوچھنے کی ضرورت محسوس ہوتی تھی۔ (الشفاء وشرحہ)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طرز ادب: خلیفہ سوم حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود فرماتے ہیں

قد بایعت رسول الله ﷺ بیدی ھذہ الیمنی فما مست بھا ذکری (کنز العمال)

ترجمہ: جب سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے دست مبارک پر میں نے بیعت کی ہے تو اس سے کبھی اپنی شرم گاہ کو نہیں چھوا (حالانکہ قرآن پاک اور حدیث پاک میں ایسی کوئی ہدایت نہیں)

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ کا طرز ادب: حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مولا علی کرم اللہ وجہہ نے جب وہ صلح نامہ لکھا جو حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اور کفار کے درمیان حدیبیہ کے دن ٹھہرا تھا جس میں یہ عبارت تھی

هذا ما كاتب عليه محمد رسول الله

مشرکوں نے کہا یہ مت لکھو کیونکہ اگر رسالت مسلم ہوتی تو پھر لڑائی کیا تھی۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اس لفظ کو مٹا دو۔ انھوں نے عرض کیا **ما انا بالذی امحاہ** (میں وہ شخص نہیں جو اس لفظ کو مٹا سکوں) سو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اس کو اپنے ہاتھ سے مٹا دیا (فمحاہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم بیدہ)

عموماً مشہور ہے **الامر فوق الادب** یعنی امر ادب پر فائق ہے۔ مگر حضرت سیدنا صدیق اکبر اور حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مصلائے امامت سے ہٹ کر اور اسم شریف نہ کاٹ کر ثابت کر دیا کہ یہاں معاملہ برعکس ہے یعنی **الادب فوق الامر** یعنی ادب حکم پر فائق ہے۔ امر تھا مصلائے امامت سے نہ ہٹنا اور نام مٹا دینا مگر ادب اس کے خلاف تھا۔ دونوں خلفائے راشدین نے ادب کو ملحوظ رکھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طرز ادب: ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک روز میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو مدینہ منورہ کے کسی راستے میں دیکھا، چونکہ جنب تھا، چھپ گیا اور غسل کر کے حاضر خدمت شریف ہوا۔ فرمایا کہاں تھے تم؟ اے ابو ہریرہ! عرض کیا مجھے نہانے کی ضرورت تھی اس لئے پاک ہوئے بغیر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں بیٹھنا مکروہ سمجھا۔ فرمایا سبحان اللہ مسلمان نجس نہیں ہوتا۔ (بخاری شریف)

اسلع بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور کجاوے کا ادب: اسلع بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی اونٹنی پر میں کجاوہ باندھا کرتا تھا۔ ایک رات مجھے نہانے کی حاجت ہوئی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے کوچ کا ارادہ فرما لیا۔ اس وقت مجھے سخت تردد ہوا کہ اگر ٹھنڈے پانی سے نہالوں تو مارے سردی کے مر جانے یا بیمار ہو جانے کا خوف ہے اور یہ بھی گوارا نہیں کہ ایسی حالت میں خاص سواری مبارک کا کجاوہ اونٹنی مبارک پر باندھوں۔ مجبوراً کسی انصاری سے کہہ دیا کہ کجاوہ باندھے۔ پھر میں نے چند پتھر رکھ کر پانی گرم کیا اور نہا کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اور صحابہ کرام رضی تعالیٰ عنہم سے جا ملا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا اے اسلع کیا سبب ہے کہ تمہارے کجاوے کو متغیر پاتا ہوں۔ میں نے عرض کیا 'حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم! میں نے نہیں باندھا تھا' فرمایا 'کیوں'؟ عرض کیا 'اس وقت مجھے نہانے کی حاجت تھی اور ٹھنڈے پانی سے نہانے میں جان کا خوف تھا۔ اس لیے کسی کو باندھنے کے لیے کہہ دیا تھا'۔ اسلع کہتے ہیں اس کے بعد **یایہا الذین امنوا لا تقربوا الصلوٰۃ** (الآیہ) نازل ہوئی جس سے سفر میں تیمم کی اجازت ملی (امام سیوطی کی تفسیر در منثور، سنن بیہقی)

دربار رسالت میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم: عبداللہ بن بریدہ اپنے باپ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب ہم لوگ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تو عظمت کے پیش نظر کوئی شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلمکی طرف سر نہیں اٹھاتا تھا۔ (حاکم حدیث صحیح برشرط شیخین)

اکبر یا اَسَن: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں

قیل للعباس رضی ا للہ تعالی عنہ انت اکبر او رسول اللہ ،قال ھو اکبر منی وانا ولدت قبلہ

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ اکبر ہیں یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم)۔فرمایا اکبر تو حضور ہی ہیں مگر میں پیشتر پیدا ہوا۔ (کنز العمال)

خیال فرمایئے پوچھنے والے نے 'اکبر' کہہ کر عمر میں زیادہ مراد لیا مگر اس مراد کو سمجھتے ہوئے بھی آپ نے اکبر مطلق معنی کو ملحوظ رکھا یعنی زیادہ بڑا تاکہ سننے والے کو یا بعد میں پڑھنے والوں کو کوئی وہم نہ رہے۔

یونہی ایک مرتبہ حضرت قباث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عبدالملک مروان نے پوچھا

انت اکبر ام رسول اللہ ﷺ آپ اکبر (یعنی زیادہ عمر کے) ہیں یا رسول اللہ ﷺ

فرمایا!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکبر منی وانا اسن منہ

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم مجھ سے اکبر (بڑے) ہیں اور میں ان سے اَسَن (یعنی زیادہ عمر کا) ہوں۔

جن جانوروں کی قربانی جائز نہیں: عبد بن فیروز سے روایت ہے کہ براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے میں نے پوچھا کہ کن جانوروں کی قربانی درست نہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہم لوگوں میں کھڑے ہوئے اور میری انگلیاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی انگلیوں سے اور میرے پورے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے پوروں سے چھوٹے ہیں پھر فرمایا چار قسم کے جانور ہیں جن کی قربانی درست نہیں، ایک وہ جس کی آنکھ پھوٹی ہو اور جو سخت بیمار ہو اور جس کا لنگ ظاہر ہو اور جو نہایت دبلی ہو۔ (سنن ابوداؤد)

مقصد یہ تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے انگلیوں سے گن کر بتایا کہ چار جانور ہیں جن کی قربانی جائز نہیں ہے۔راوی کو یہ وہم ہوگیا کہ میں انگلی کے اشارے کروں تو کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ یہ انگلیاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی انگلیوں کی طرح اور پورے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے پوروں کی طرح ہیں۔ایک طرف یہ احتیاط ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے ضروری سمجھی اور ایک طرف آجکل کا گستاخ ملاّ ہے جو اپنے آپ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی مثل سمجھتا ہے اور اپنے ماس کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ماس جیسا سمجھتا ہے۔

نیا اسلامی سال

سیمابؔ نظر آتی ہے مجھے ہر چیز اداس اور آزردہ
فطرت غمگیں ہو جاتی ہے جب ماہِ محرم آتا ہے

اسلامی تقویم کے نئے سال ۱۴۲۵ھ کا آغاز یکم محرم سے ہو گیا۔ اس تقویم کا آخری مہینہ ذوالحج حضرت ابراہیم و حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کے عظیم و جلیل جذبۂ قربانی کی یاد دلاتا ہے تو اسی مہینے کے متصل بعد آنے والا نئے سال کا پہلا مہینہ محرم الحرام دنیا کے عظیم ترین سانحۂ شہادت کے خونیں واقعات کی درد انگیز یادوں کو اپنے جلو میں لئے آتا ہے۔ یہ سانحۂ شہادت ۱۰ محرم ۶۱ھ کو کربلائے معلیٰ کی تپتی ہوئی ریت پر رونما ہوا جب یزید پلید کی کم از کم بائیس ہزار کی افواج قاہرہ نے نواسۂ رسول، جگر گوشۂ بتول، شہزادۂ گلگوں قبا، سراپا اصطفا و ارتضا حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو صرف بہتر ساتھیوں سمیت دریائے فرات کے کنارے انتہائی بے رحمی کے ساتھ بھوکا پیاسا رکھ کر دعوت پیکار دی اور راکب دوش رسول ﷺ نوجوانان جنت کا سردار کسی مصلحت دنیوی کو خاطر میں لائے بغیر محض اسلام کے تحفظ کی خاطر صبر و استقامت سے لیس ہو کر میدان میں ڈٹ گیا۔ بدبختان روسیہ نے نواسہ رسول ﷺ کو شہید کرنے کے بعد آپ کے سر اقدس کو جسم اقدس سے الگ کیا۔ تذکرہ سبط ابن الجوزی کے مطابق آپ کے جسم مقدس پر تینتیس (۳۳) زخم نیزوں کے اور چالیس (۴۰) زخم تلوار کے تھے اور آپ کے پیراہن شریف میں ایک سو اکیس (۱۲۱) سوراخ نیزوں کے تھے۔ اس کے بعد سنگدلی کی انتہا یہ کردی کہ گھوڑوں کی ٹاپوں سے آپ کے جسدِ اطہر کو ریزہ ریزہ کر ڈالا۔ اس وقت آپ کی عمر شریف ۵۶ سال ۵ ماہ ۵ دن تھی۔

خاندان رسالت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے باقی ماندہ افراد (جن میں حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے سوا اکثریت پردہ نشین خواتین تھی) کو قیدی بنالیا گیا، شہیدوں کے سر نیزوں پر چڑھا لئے گئے اور کوفے کے کوچہ و بازار میں ان قیدیوں اور شہیدوں کے سروں کا جلوس نکالا گیا۔ ان سروں کی تفصیل بھی سن لیجئے۔

بیس خاندان بنی ہاشم کے علاوہ تیرہ سر بنو کندہ کے، بیس سر بنو ہوازن کے، سترہ بنو تمیم کے، سولہ سر بنو اسد کے اور سات سر بنو مذحج کے۔

شیعہ مذہب کی مشہور کتاب جلاء العیون کے مطابق اس جلوس میں حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ، حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے اس حالت اسیری میں درد و غم سے لبریز خطبات بھی ارشاد فرمائے۔ تینوں حضرات نے اللہ کی حمد، خاندان رسالت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی عظمت، اپنے قافلہ سالار کے اور ان کے وفادار اہل نسب و نسبت کی شہادت اور کوفیوں کی بدترین بدعہدی کا ذکر فرمایا، اس کے بعد ان کے عبرتناک انجام کی پیشگوئی کی۔ حضرت سید سجاد رضی اللہ عنہ نے اس جملے پر اپنے خطبے کا اہتمام فرمایا

'جن لوگوں نے انھیں قتل کیا ہے، ان کی سزا جہنم ہے۔'

حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے حمد و صلوٰۃ کے بعد فرمایا

'اے بیوفا اور دغاباز کوفیو! کیا تم اب روتے اور ماتم کرتے ہو، خدا تمھیں ہمیشہ رلائے اور تمہارا رونا اور ماتم کرنا کبھی ختم نہ ہو، تم بہت روؤ اور تھوڑا ہنسو'

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے حمد و صلوٰۃ کے بعد فرمایا

'اے کوفہ والو! تمہارا برا حال ہو اور تمہارے منہ سیاہ ہوں۔ تم نے میرے پیارے بھائی

کو بلایا، پھر ان کو چھوڑ دیا اور ان کی مدد نہ کی۔ تمہاری بیوفائی اور غداری کی وجہ سے وہ قتل ہوئے، ان کا مال و اسباب لوٹا گیا اور ان کے اہل بیت قیدی بنے۔ اب تم ان پر روتے ہو، خدا تم کو ہمیشہ رلائے۔'

تاریخ انسانی کے اس دردناک ترین واقعے کو بیتے ابھی ایک دو دن ہی گزرے تھے۔ جن بہنوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ جیسے بے مثال بھائی کے اور جس کے فرزند سعید نے اپنے لاجواب باپ رضی اللہ عنہ کے اپنی آنکھوں سے خاک وخون میں لوٹنے کا انداز دیکھا ہو، ان کی شدت غم کا کون اندازہ کر سکتا ہے، جب کہ صدیاں گزرنے کے بعد بھی اس کا اثر یہ ہے کہ اپنے ہی نہیں، پرائے بھی، اس دردناک واقعے کو (دیکھ کر نہیں) سنتے ہی اشکبار ہو جاتے ہیں۔ اور پھر جس جس میں درد کا، انسانیت کا، غمخواری و غمگساری کا اور سوز و گداز کا جتنا خزانہ ہوتا ہے، وہ اتنا ہی اور بھی، غمزدہ ہو جاتا ہے۔

حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی قدس سرہٗ کی روایت کے مطابق تاج الاصفیاء، سراج الاولیاء، شیخ الاسلام والمسلمین، برہان الحقیقہ حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رضی اللہ عنہ نے محرم کے پہلے عشرہ کے فضائل بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ (فارسی عبارت کا اردو ترجمہ حسب ذیل ہے)

'اس عشرے میں کسی اور کام میں مشغول نہیں ہونا چاہیے، سوا اطاعت، تلاوت، دعا و نماز وغیرہ کے، اس لئے کہ اس (عشرے) میں قہر الٰہی بھی ہوا ہے اور بہت رحمت الٰہی بھی نازل ہوتی ہے۔ بعد از اں فرمایا کہ تجھے معلوم نہیں کہ اس عشرے میں حضور سرور عالم ﷺ پر کیا گزری؟ اور آپ کے فرزندوں کو کس طرح بے رحمی سے شہید کیا گیا۔ بعض پیاس کی حالت میں شہید ہوئے کہ ان بدبختوں نے ان اللہ کے پیاروں کو پانی کا ایک قطرہ تک نہ دیا۔ جب شیخ الاسلام نے یہ بات فرمائی تو ایک نعرہ مار کر بے ہوش ہو کر گر پڑے، جب ہوش میں آئے تو فرمایا کیسے سنگدل، کافر، بے عاقبت، بے سعادت اور نامہربان تھے حالانکہ انہیں خوب معلوم تھا کہ یہ دین و دنیا اور آخرت کے بادشاہ ﷺ کے فرزند ہیں، پھر بھی انہیں بڑی بے رحمی سے شہید کیا اور انہیں یہ خیال نہ آیا کہ کل قیامت کے دن حضرت خواجہ عالم ﷺ کو کیا منہ دکھائیں گے' (راحت القلوب۔ شام کربلا)

دس محرم سنہ ۶۱ ء کو جب یہ واقعہ پیش آیا خود حضرت سرور عالم ﷺ کے دل پر کیا گزری تھی، آیئے آخر میں اس کا کچھ حال جانیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں۔

> ''میں نے ایک روز دوپہر کے وقت خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ کے بال مبارک بکھرے ہوئے گرد آلود ہیں دست مبارک میں خون بھرا شیشہ ہے، میں نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، یہ کیا ہے (ماھذا) فرمایا یہ حسین اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے، میں اُسے آج صبح سے اٹھا تا رہا ہوں (ھذا دم الحسین واصحابہ ولم ازل التقطہ منذ الیوم) ابن عباس فرماتے ہیں، میں نے اس وقت کو اور تاریخ کو یاد رکھا۔ جب خبر آئی تو معلوم ہوا حضرت حسین اسی وقت شہید کئے گئے تھے (بیہقی۔ احمد۔ مشکوٰۃ)

حضرت سلمٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی۔

> تو وہ رو رہی تھیں۔ میں نے کہا، آپ کیوں رو رہی ہیں؟ فرمایا، میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں روتے ہوئے دیکھا ہے اور آپ کے سر مبارک اور ریش اقدس پر گرد و غبار ہے۔ میں نے عرض کی کہ یارسول اللہ یہ کیا حال ہے؟ (مالک یارسول اللہ) فرمایا میں ابھی حسین کی

شہادتگہ بر گیا تھا (شہدت قتل الحسین انفا)

(المستدرک۔ مشکوۃ)

جب سید الصابرین بلکہ قاسم صبر ورضاﷺ کا یہ حال ہے تو کون سنگدل ہے جو اسے آنکھوں کی برسات کے بغیر پڑھ سکے یا لکھ سکے یا سنا سکے یا سن سکے۔ اس میں کیا شک ہے کہ حرص وہوس کے بندوں نے اپنے رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کا لحاظ رکھا، نہ اُن کے عظیم نورِ نظر رضی اللہ عنہ کی نسبت کو پہچاننے کی کوشش کی، وہ اندھے تھے اور اندھوں سے یہی کچھ متوقع ہوتا ہے۔

مگر دیکھنا تو یہ ہے کہ ہم کیا ہیں اور کیا ہم عظمت شبیر رضی اللہ عنہ کو پہچانتے ہیں۔ اگر ہمیں واقعۂ کربلا کے پس منظر اور شہنشاہ کربلا رضی اللہ عنہ کی قربانی کے مقصد کا علم ہی نہیں تو ہم بھی دیکھنے کے باوجود اندھے ہیں۔ آج بھی ہمارے کرتوت اگر یزید پلید اور شمر وابن زیاد کی سیرت کا عکس ہی ہیں تو دس محرم کو رونے دھونے کے باوجود سوچئے ہمارا نام کس گروہ میں شامل کیا جائے گا۔

آیئے اپنے کردار کا جائزہ لیں اور روئیں تو اپنے کردار پر بھی کبھی روئیں۔ آخر ہمارا دل ایسا سخت کیوں ہوگیا ہے کہ دردناک سے دردناک واقعے کا بھی اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ ہاں آئیں ماتم کیجیے مگر کس کا، اپنی بے حسی کا۔ بش جیسا یزید ہمارے دین وایمان کا سب سے بڑا دشمن، یزید کی طرح اسلام کے خون کا پیاسا ہے مگر ہم کیا کر رہے ہیں عزت اسلام کے اس بڑے دشمن کو بھی حرمین شریفین کی عزت وحرمت کی حفاظت کا ٹھیکیدار سمجھ لیا ہے، بہر حال ہمیں یعنی ساری ملت اسلامیہ کو خون امام علی جدہ وعلیہ السلام کی قدر کرنی چاہیے۔ میرے نزدیک اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہر سال ۸ یا ۹ محرم الحرام کو یوم توبہ منایا جائے۔ رسم توبہ پاکستان سے شروع ہو مگر پھر تمام ملت اسلامیہ میں پھیلتی جائے۔ سنت کی خوشبوؤں سے سارے جہان کو معطر کر دیں اور ظلم وستم کا صفحۂ ہستی سے نام ونشان تک مٹا دیں۔ کربلا کا اصل پیغام یہی ہے اگر سمجھیں۔

Monthly Mujjalah

AL-HAQIQA

Reg No: C.P.L.208

August 2021

